

تعلیمات مہدیؑ کی بنیاد ہے

طلب دیدار

تصنیف : سید یوسف

بنگلور

ISLAH MAHDAVIA

BANGALORE

قُلْ هَٰذِهِۦ سَبِيلِىٓ أَدْعُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ ۚ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا۠ وَمَنِ ٱتَّبَعَنِى ۖ
وَسُبْحَٰنَ ٱللَّهِ وَمَآ أَنَا۠ مِنَ ٱلْمُشْرِكِينَ ﴿١٠٨﴾

کہدو اے محمدؐ یہ میرا راستہ ہے جس پر بلاتا ہوں بصیرت کی بنیاد پر اور وہ بھی بلاےء گا
جو میرا تابع ہے ، پاک ہے اللہ تعالیٰ اور میں مشرکوں میں نہیں ہوں

تعلیماتِ مہدیؑ کی بنیاد ہے

طلب دیدار

تصنیف : سید یوسف بنگلور

ISLAH MAHDAVIA

BANGALORE

syedyusufsam92@gmail.com

کچھ اپنی بات

دیدار اور بصیرت اس مضمون پر مسلمانوں میں باقاعدہ کوئی کتاب نہیں ہے اگر ہے بھی تو وہ غیر معروف ہے۔ سید محمد مہدیٔ موعود علیہ السلام جونپوری کے مصدقین کا عقیدہ ہی طلب دیدار کا ہے اور یہاں بھی باضابطہ کتاب نہیں ہے اسلاف و بزرگان مہدویہ نے بر سبیل گفتگو یا تذکرہ کیا ہے۔ مگر عقاید مہدویہ کا بنیادی نکتہ یہی ہے کیونکہ مہدیٔ موعودؑ نے فرمایا ''بندے کا آنا ہی دعوت طلب دیدار کی اصل ہے'' جو دوسری تعلیمات اور طریقے گروہ میں ہیں وہ اسی طلب کے لوازم ہیں مگر اصل عقیدہ یہی ہے۔ حالانکہ اُمت کو رسم و بدعت سے مٹانا آپؐ کی بعثت کا مقصد ہے اور اس کا منتہیٰ طلب دیدار ہی ہے کہ بندگان خدا کو تمام عقاید باطلہ سے نکال کر اللہ کی قربت اور معرفت کی راہ پر لگایا جائے۔ ہم نے ماہنامہ نور ولایت حیدرآباد مورخہ مارچ 2017 میں اسی عنوان سے ایک مضمون لکھا ہے لیکن وہ احوال حاضرہ کے تناظر اور مثالوں میں بیان کیا ہے۔ لیکن ہم نے اپنی کتاب ''مقطعات قرآن مجید اور شاہد بینہ'' میں مختلف عنوانات کے ضمن میں یہ بیان کیا ہے لیکن چونکہ وہ ضخیم کتاب ہے اس لئے درمیان میں اسے تلاش کرنا پڑتا ہے۔ لہٰذ ہم نے انہیں اخذ کر کے یہاں جمع کیا مزید حوالوں اور مثالوں سے تا کہ اس بیان کو سمجھنے میں مدد ملے۔ حالانکہ ہمیں لگتا ہے یہ نامکمل ہے کیوں کہ قرآن کے ہر سورۃ میں دیدار کا بیان ہوا ہے ضرورت ہے اسے سمجھنے اور بیان کرنے کی۔

خاکِ گروہ پاک

سید یوسف

مقام بنگلور

25 جون 2021 مطابق ۱۵ ذی القعدہ ۱۴۴۲ھ جمعہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

دیدار اور بصیرت یہ ایسا موضوع ہے جس پر علماء وصوفیا نے کھل کر بات نہیں کی لیکن کچھ علماء اور صوفیاء نے اس کے حق ہونے کا اعتراف کیا ہے اور کثیر تعداد ان لوگوں کے ہے جو اس کے حق ہونے کے قایل نہیں۔ مگر ! وہ صرف اس کے جنت میں واقع ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ یہ کائنات اللہ تعالی کی تخلیق کی ہوئی ہے جنت جہنم یہ کہکشاں یہ دنیا سب اسی کی ہیں زماں ومکاں کے حدود واختیارات مخلوقات کے لئے ہیں خالق ان سب کا مالک ہے اس لحاظ سے اس کے لئے ان حدود واختیارات میں مقید کرنا یا اُسے خلق میں شمار کرنا ہوا اور یہ شرک عظیم ہے یعنی جو خلق کے لئے ممکن نہیں وہ خالق کے لئے نا ممکن ماننا اس طرح عبد ومعبود کا فرق مٹانا ہوا اور یہی شرک ہے۔ اس لحاظ سے جو خدا جنت میں نظر آئے گا وہ کائنات کے ہر گوشہ میں موجود ہے دنیا میں بھی موجود ہے جو وہاں نظر آئے گا وہ دنیا میں بھی نظر آ سکتا ہے ضرورت ہے ایسے وسیلے اور ذرائع اختیار کرنے کی۔ ایسے وسیلے اور ذرائع اختیار کرنے کی انبیاء ومرسلین نے کوشش کی لیکن کامیابی خاتم الانبیاء محمد مصطفی ﷺ کو ملی معراج کے ذریعہ۔ اور اس کے بعد بھی اللہ تعالی نے آپؐ سے وعدہ فرمایا کہ فرائض نبوت کی دن میں ادائگی کے بعد آپؐ رات کے حصہ میں نماز قایم کریں اُس وقت جب اللہ تعالی آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماتا ہے تو آپؐ کا رب آپ کو مقام محمود پر پہنچائے گا جیسا کہ اُس نے معراج کے دن آپ ﷺ کو بلایا تھا جس کا ذکر سورہ بنی اسرائیل میں ہے۔ یہ ایسا معاملہ ہے کہ پہلے اللہ تعالی نے اپنے حبیب کو بلا کر اپنے قریب ہونے کا راستہ دکھایا تھا اس کے بعد اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی کوشش وجستجو سے اللہ کی قربت کی کوشش کی ہے جس کا ذکر قرآن وحدیث میں آیا ہے۔ اور اس کا واضح ثبوت سورہ الحدید کی آیت ہے "وَ ھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ تم جہاں کہیں وہ (اللہ) تمہارے ساتھ ہے" ساتھ ہونا قریب ہونا اور قربت کا تقاضہ ہے کہ کے اس سے ملاقات کی جائے اور ملاقات کی شرط روبرو ہونا اور روبرو ہونا دیکھنا ہوا جسے دینی اصطلاح میں دیدار کہا گیا اور قرآن اسے بصیرت کہتا ہے اور جو بصیرت اختیار نہیں کرتا قرآن اُسے دنیا میں اندھا اور آخرت میں اندھا ہونا قرار دیتا ہے۔

دور صحابہؓ وتابعین کے بعد مسلمانوں کی ترجیحات حکومت جاہ وحشمت دنیا کی خوشحالی سکون وآرام ہی رہ گئی اور اس کے بعد دوسری کوئی مذہبی ضرورت تھی تو وہ صرف "طلب جنت" تھی۔ اللہ تعالی کی عظمت اور اس کے قرب کو مسلمانوں نے اپنی ترجیح بنایا ہی نہیں۔ آقاء دوجہاں حضور نبی کریم ﷺ کے نو صدیوں بعد جس کا وعدہ شافی محشر محمد ﷺ نے فرمایا تھا مہدی موعودؑ نے مصدقوں کی پہلی ترجیح ہی "طلب دیدار" رکھی ہے اور آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ مہدویوں نے بھی آج اپنی ترجیحات بدل دیں اب اللہ کا قرب اور "طلب دیدار" مہدویوں کی پہلی ترجیح نہیں رہی اب مہدویوں کی بھی پہلی ترجیح اغیار کی طرح "طلب دنیا" ہے۔

انسان میں ایسا کیا ہے جو اُسے اشرف المخلوقات کہا گیا؟ یعنی آدمؑ میں ایسی کونسی بات ہے جسے اُن کی اولاد اشرف المخلوقات خود کو سمجھے؟ جبکہ انسانوں میں کثیر تعداد اللہ کے نافرمانوں کی اور اللہ کے باغیوں کی ہے۔ اللہ تعالی نے جتنی مخلوقات پیدا کی ہیں چاند سورج ستارے سیارے پہاڑ ندی نالے سمندر حیوان پیڑ پودے ان سب کا مدمقابل کوئی نہیں ان سبھی کی اپنی ایک انفرادی حیثیت اور فطری حیات اور موت ہے۔ مگر صرف واحد انسان ایک ایسی مخلوق ہے جس کے مدمقابل شیطان یا ابلیس ہے۔ جو انسان کے رگ وپے میں سوچ میں خیال میں اعمال واحوال میں حرکات وسکنات میں ساتھ لگا ہوا ہے انسان کا شیطان یا ہمزاد اس کے ہر عمل میں دخیل ہے اس طرح اولاد آدم یا انسان اکیلا نہیں ہے اگر انسان اپنی مرضی سے کچھ بھی کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا کیونکہ ایک طرف اللہ کی بنائی تقدیر ہے جو کبھی سکون وآرام تو کبھی پریشانی وبدحالی کی آزمائش کی طرف لے جاتی ہے دوسری طرف اس کا ہمزاد شیطان ہے جو انسان کو سکون وراحت میں عیاشی وگناہ کی طرف اور پریشانی میں بے صبری وبغاوت کی طرف اُکساتا ہے۔ ان دو کے درمیان انسان کو راہ حق یا راہ مستقیم **صراط الذین انعمت علیھم** اُس راہ پر چلنے کی کوشش کرنا جن پر اللہ کا انعام ہوا ہے جو اُسے اللہ کے قریب لے جائے۔ اللہ تعالی نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے تو اسے آزمانے کا انتظام پہلے ہی کر دیا "ابلیس" کو پیدا کر کے۔ ایسا دوسری مخلوق کے لئے نہیں ہے حتی کہ فرشتوں کی بھی آزمائش

نہیں ہے اُن کو کسی کام پر معمور کر دیا ہے وہ بس اتنا ہی کرنا جانتے ہیں جتنا انہیں بتایا گیا آزمائش کھرے کو کھرا جاننے کے لئے ہوتی ہے کہ آیا یہ قابل قبول ہے کہ بھی نہیں۔انسان کو عقل وخرد سوچ وسمجھ کی آزادی دینے کے بعد اس کے ساتھ ایک شیطان کو لگا دیا کہ دیکھیں انسان بھٹکتا ہے کہ نہیں یا دوسرے معنوں میں میری جستجو کرتا ہے کہ نہیں یا میری معرفت حاصل کرنے کو کوشش کرتا ہے کہ نہیں یہ میری نظر التفات کے لائق ہے کہ نہیں۔ ''شر'' اور ''شرف'' میں صرف حرف ''ف'' کا فرق ہے شرف معنی بزرگی بلندی برتری عزت تہذیب سبقت فخر وافتخار ہے۔جبکہ ''شر'' معنی بدی برائی جھگڑا فساد ہے شر شرارہ سے ہے معنی آگ کی لپک۔اگر شرف میں سے ''ف'' الگ کر دیا تو وہ صرف ''شر'' رہ جائے گا۔عربی میں حرف ''ف'' نتائج کا کام دیتا ہے جیسے پس پھر تب برائے اور لئے اس طرح حرف ''ف'' انسانی زندگی میں حرف نتیجہ ہوا یعنی ''فناء'' ہونا اللہ کے لئے یہی اس کا مقدر یہی اس کا نتیجہ۔اگر انسان اپنے اندر سے ''شر'' نکال دے تو وہ اللہ کے لئے مر مٹنے ''فناء'' ہونے کی قابلیت رکھتا ہے تبھی شرف مخلوق کہلایا جاسکتا ہے۔انسان اپنے جسم سے فنا تو ہو جاتا ہے لیکن اس کی روح اللہ کی اطاعت وفرماں برداری کے لئے موجود ہوتی ہے۔کوئی بھی مخلوق اللہ کے لئے فنا نہیں ہوتی بلکہ اللہ انہیں فناء کرتا ہے لیکن انسان جیتے جی اپنے آپ کو اللہ کے لئے فناء ہونے کا جذبہ رکھتا ہے اللہ کے رسولوں نے نبیوں نے ولیوں نے شہیدوں نے اسے ثابت کر دکھایا ہے۔انسان کمزور حقیر پیدا ہونے کے بعد بھی اپنے اندر ایسی قابلیت رکھتا ہے کہ اللہ تعالی جو اُس کا خالق ہے اس کے لئے خود کو فناء کر دے جب بندہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالی فرماتا ہے کہ ''میں اس بندے کا ہاتھ بن جاتا ہوں اُس کی آنکھ بن جاتا ہوں'' اس طرح انسان واصل بحق ہوسکتا ہے۔ایسی بات قرآن میں دوسری مخلوق کے لئے نہیں بیان ہوئی جو انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کی دلیل ہے۔اور یہ بات ذہن نشین رکھنے کی ہے کہ اللہ تعالی نے تمام مخلوقات کو ''کُــن'' ہو جا کہا تو وہ پیدا ہوگئی لیکن اللہ تعالی فرماتا ہے میں نے انسان کو اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور یہی نہیں بلکہ اُس میں ''اپنی روح'' پھونکی یعنی دوسری مخلوقات کو اللہ تعالی نے ارادہ کیا وجود میں آگئی اور اللہ نے انہیں اپنی دست قدرت سے نہیں بنایا ان میں اپنی روح نہیں پھونکی یہ مرتبہ ہے اللہ کے نزدیک عقل وخرد نظر وبصر کو بروئے کار لانے کا ہے ''اشرف المخلوقات'' ہونے کا۔اسی لحاظ سے انسان دوسری مخلوقات سے اعلی واشرف ہے۔اب انسان کی ناسپاسی دیکھیں کہ اللہ نے اسے عظمت دی اور وہ اللہ کو مقید اور مجبور سمجھتا ہے کہ اللہ تعالی دنیا میں نہیں نظر آسکتا جنت میں ہی نظر آئے گا یعنی جس کی قدرت لازوال وبے مثال ہے انسان اُسی کو بے بس سمجھ رہا ہے نعوذ باللہ۔اللہ تعالی نے جو عزت وشرف انسان کو دیا ہے اسکا تقاضہ تو یہ ہے کہ وہ عقل وخرد استعمال کرے خود کو فناء کر کے دوسری مخلوقات کو یہ ثابت کرے کہ ''دیدار'' ممکن ہے جس کی طلب حقیقی اور سچی ہونی چاہئے جو مہدی موعود کی دعوت کا اصل ہے جو ان سے پہلے نبی مکرم سید عالم آقائے دو جہاں محمد ﷺ کو حاصل ہو چکی ہے۔انبیاء ومرسلین میں نجی اللہ ہوئے خلیل اللہ ہوئے کلیم اللہ ہوئے روح اللہ (اللہ کا کلمہ) ہوئے مگر حبیب اللہ صرف واحد ذات محمد ﷺ ہیں یہ مرتبہ معراج کے واقعہ میں صاف بتا دیا گیا ہے۔اور مہدی موعودؑ کی بھی یہ خصوصیت ہے کہ اللہ تعالی نے اپنی کسی نبی رسول یا خلیفۃ اللہ کو ''مراد اللہ یا مبین کلام اللہ'' نہیں کہا جا بجا اللہ تعالی نے قرآن میں حضور ﷺ سے فرمایا کہ آپ قرآن کو پیش فرما دیں اس کا بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے اس کا وارث بنانا ہمارے ذمہ ہے اس کا بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے۔ایسی بات یا ایسا مقام کسی کو روئے زمین پر اللہ نے نہیں دیا آپ ﷺ رحمت عالم ہیں اس قرآن کے احکام اور شریعت کو پیش فرما دیں اس کا بیان کرنے والا ہم بھیجیں گے۔حضور ﷺ نے صحابہؓ کی خاص خاص خصوصیتیں بتائیں حضرت علیؓ کی الگ خصوصیت حضرت ابوبکرؓ کی الگ حضرت عمرؓ کی الگ حضرت اویس قرنیؓ کی الگ حضرت ابو ذر غفاریؓ کی الگ مگر اپنے بعد تاریخ اسلام میں ایک پوری قوم کی ایک جماعت کی ایسی خصوصیات بتائیں جو کسی کی نہیں بتائیں وہ ہیں۔ ''آسمان کے رہنے والے اور زمین کے رہنے والے اُن سے خوش ہونگے 'آسمان سب کا سب برسات اُنڈیل دیگا' اور زمین سب کی سب رویدگی نکال دے گی (یہ قوم بڑی مرتبہ والی ہوگی) زندہ لوگ اپنے مردوں کے زندہ ہونے کی آرزو کریں گے کہ اگر وہ بھی زندہ ہوتے تو ہماری طرح باران رحمت الٰہی وفیوض ولایت لامتناہی سے ان کے دل کی زمین سیراب ہو جاتی (رسالہ شریف) اے اباذر تمہیں معلوم ہے کہ میں کس سوچ میں کس فکر میں ہوں اور کس بات کی طرف میرا اشتیاق لگا ہوا ہے۔صحابہؓ نے عرض کیا اے رسول ﷺ اپنی فکر اور سوچ سے ہمیں مطلع کیجیے۔آپ ﷺ نے فرمایا۔آہ! میرے بھائیوں کو دیکھنے کا شوق ہے (جو میرے بعد ہوں گے) صحابہؓ نے عرض کیا ہم بھی تو

آپؐ کے بھائی ہیں' آپؐ نے فرمایا تم میرے صحابہؓ ہو میرے بھائی تو وہ ہیں جو میرے بعد ہوں گے۔ جن کی شان نبیوں کی شان ہوگی اور خدا کے نزدیک شہیدوں کے درجوں پر ہوں گے وہ اپنے باپ' اپنی ماں' اپنے بھائی' اپنے بیٹوں سے (محض) خدا کی خوشنودی کے لئے الگ ہو جائیں گے (ہجرت وترک علایق) وہ اپنے مال کو خدا کے لئے چھوڑ دیں گے (ترک دنیا) اور کمال تواضع کے باعث اپنی ذات کو ذلیل سمجھیں گے (توکل ترک خودی) خواہشات (ماسواء اللہ) دنیا کی فضول چیزوں کی طرف رغبت نہ کریں گے (عزلت الخلق) وہ محبت الٰہی کی وجہ سے خدا کے کسی گھر (دایرہ) میں جمع ہونگے۔ عشق الٰہی میں مغموم ومحزون رہیں گے (نیستی وتسلیم) اور ان کے دل خدا کی طرف لگے ہوں گے (ذکر دوام) ان کی روحیں اللہ سے واصل ہونگیں (دیدار حق) اور ان کے عمل خالص اللہ کے واسطے ہونگے۔ ان میں سے ایک کا بیمار ہو جانا خدا کے نزدیک ہزار برس کی عبادت سے افضل ہے۔ ایا باذرؓ اگر تم چاہوں اور بھی کہوں۔ عرض کیا ہاں اللہ کے رسول ﷺ فرمائے۔'' ان میں کوئی مر جائے گا تو خدا کے نزدیک ان کی بزرگی کی وجہ سے (یہ سمجھا جائے گا کہ) گویا کوئی آسمان کا باشندہ مر گیا ہے۔ اے ابا ذرؓ تم چاہوں تو اور بھی کچھ کہوں۔ عرض کیا اللہ کے رسول ﷺ فرمائے۔ فرمایا اللہ کے رسول ﷺ نے اگر ان میں سے کسی کو اس کے کپڑے کو جونک کاٹے گی تو اللہ ستر حج اور ستر جہاد کے علاوہ چالیس بنی اسماعیل کو (جو کسی وجہ سے غلام ہو گئے ہونگے) بارہ بارہ ہزار سے خرید کر آزاد کرنے کا ثواب عطا کریگا۔ اے ابا ذرؓ اگر تم چاہوں تو اور کچھ کہوں۔ ہاں اللہ کے رسول ﷺ فرمایئے۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب کوئی ان میں سے اپنے اہل وعیال کو یاد کرے گا (ہجرت کے دوران) اور ان کے لئے اس کے دل میں کسی کی فکر ہوئی تو اس کے لئے ہر دم ہزار ہزار درجے لکھے جائیں گے۔ ایا ذرؓ اگر تم چاہوں تو اور کچھ کہوں۔ عرض کیا فرمائے اللہ کے رسول ﷺ۔ فرمایا اللہ کے رسول ﷺ نے ان میں سے کوئی دو رکعت نماز پڑھے گا تو اُس کی یہ نماز خدا کے نزدیک اس شخص کی عبادت سے افضل ہوگی جو اس نے کو لبنان میں حضرت نوحؑ کی عمر کے برابر ہزار برس تک پڑھی ہوگی۔ اے ابا ذرؓ تم چاہو تو اور کچھ کہوں۔ فرمایئے اللہ کے رسول ﷺ۔ فرمایا ان میں سے کوئی ایک وقت بھی تسبیح پڑھے گا تو اُس کی یہ تسبیح قیامت تک روز دنیا کے تمام پہاڑوں سے بہتر ہوگی جو اس کے ساتھ سونا بن کے چلیں گے) یعنی بے انتہا ثواب ہوگا)۔ اے ابا ذرؓ تم چاہو تو اور کچھ کہوں۔ عرض کیا فرمایئے اللہ کے رسول ﷺ۔ فرمایا ان کے گھروں (گھاس پھوس کے حجروں) سے ایک گھر کو بھی کسی نے دیکھ لیا تو خدا کے نزدیک اس کا دیکھنا بیت اللہ کو دیکھنے سے بھی پسندیدہ ہوگا۔ جس نے صاحب خانہ کو دیکھا گویا اُس نے خدا کو دیکھ لیا جس نے ان کو کپڑا پہنچایا گویا اس نے خدا کو کپڑا پہنچایا جس نے ان کو کھانا کھلایا گویا اس نے خدا کو کھانا کھلایا۔ اے ابا ذرؓ اگر تم چاہوں تو اور کچھ کہوں۔ عرض کیا فرمائے اللہ کے رسول ﷺ تو فرمایا جو لوگ گناہوں پر اڑے رہتے ہیں اپنے گناہوں کے سبب بوجھل ہو گئے ہونگے اگر وہ ان کے پاس آ بیٹھیں تو خدا کے نزدیک ان برگزیدوں کی علو مرتبت کے باعث جب تک خدا ان گنہگاروں کو (رحم کی ن/ر سے) نہیں دیکھے اور ان کے گناہ نہیں بخشے وہ ان کی مجلس سے نہیں اُٹھیں گے۔ اے ابا ذرؓ ان کی ہنسی عبادت ان کی خوش طبعی تسبیح ان کی نیند صدقہ اور اللہ تعالی ہر دم ستر مرتبہ (نظر رحمت) سے دیکھے گا۔ اے ابا ذرؓ میں انہیں لوگوں کے دیکھنے کا مشتاق ہوں۔ پھر آنحضرت ﷺ نے تھوڑی دیر سر جھکا لیا اور اس قدر روئے کے دونوں آنکھوں سے آنسوؤں نکل پڑے۔ پھر فرمایا آہ! ان کے دیدار کا شوق ہے اے اللہ ان کی حفاظت کرنا اور ان کے دشمنوں کے مقابلے پر ان کی مدد دینا اور قیامت کے دن میری آنکھیں اُن سے ٹھنڈی کرنا' اور پھر یہ آیت پڑھی' اللہ کے دوستوں پر نہ (تو کسی قسم کا) خوف (طاری) ہوگا اور نہ وہ آزردہ خاطر ہونگے۔

چودہ سو برس گزر گئے کسی قوم نے ان خصوصیات کا نہ اپنے میں ہونا ذکر کیا اور نہ انہیں اپنی طرف منسوب کیا سوائے مہدی موعودؑ کے صحابہؓ کے۔ سوال یہ کہ دوسرے ان اوصاف کے مدعی کیوں نہ ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ حق پرست عالموں نے ان اوصاف حمیدہ کا پایا جانا صرف اصحابؓ مہدی میں بیان کیا ہے کہ وہ (مہدوی) ''ملا علی کے فرشتے تھے'' کسی نے کہا جو اعمال رسول ﷺ میں اصالۃً تھے مہدی موعودؑ میں اتباعً تھے۔

اب اس کے بعد دیکھتے ہیں کہ دیدار یا بصیرت کے ذرایع کیا ہیں۔ اس ضمن میں بندوں کی مختلف آراء ہیں جو اس کے حق میں ہے ل وہ اُس کی اُس طرح وضاحت نہیں کر سکے کہ بندوں کو سمجھ میں آئے' اور جنہوں نے انکار کیا اُن کے سمجھ میں آنا ہی نہیں تھا۔ معلوم ہوا کہ جب محمد مصطفیٰ ﷺ کو دیدار ہوا تو یہ بھی معلوم ہوا کہ دیدار صرف اُمت محمد ﷺ کے لئے ہے پہلے کی اُمتوں کے لئے نہیں تھا' اور جب اکثریت نے دیدار کے حق ہونے کا انکار کیا

تو اللہ تعالی نے حضور نبی کریم ﷺ کے بعد آنے والے خلیفۃ اللہ مہدی موعود آخر الزماں کو اس کی دعوت پر معمور کیا ''کہد واے محمدؐ یہ میرا راستہ ہے جس پر بلاتا ہوں بصیرت (دیدار) کے راستے (طریقے) پر اور وہ بھی بلاے گا جو میرا تابع ہے'' اور جنہوں نے اس کی تصدیق کی وہ مصدق ہوئے اس طرح ''دعوت دیدار دینا مہدی موعود آخر الزماں کا بنیادی منصب ہے'' اور میراں سید محمد جونپوری مہدی موعود علیہ السلام نے فرمایا ''بندے کا آنا ہی دعوت دیدار کے لئے ہے'' اس کے معنی یہ ہیں کہ دوسری تعلیمات جو آپؑ نے دی ہیں وہ شریعت محمدؐ کا حصہ ہیں جو دوسرے عالم وصوفی بھی دیتے ہیں لیکن اس کی خاص تعلیم وتربیت صرف ''حصول دیدار'' کے لئے ہے جسے گروہ مہدویہ میں تعلیمات مقیدہ مخصوصہ کہا گیا ہے یعنی وہ تعلیم اور طریقہ اختیار کرنا جو نبی کریم محمد ﷺ نے اللہ کی قربت معرفت یا دیدار حاصل کرنے کے لئے اختیار کیا ہوا تھا جس کا اللہ تعالی نے آپؐ کو حکم دیا تھا۔ اور جب اس حکم کا بندوں نے انکار کیا تو اللہ تعالی نے ایک قوم موعودہ کو جس کا وعدہ قرآن میں کیا گیا قَلِیۡلٌ مِّنَ الۡاٰخِرِیۡنَ وہ چند جو آخرین میں سے ہیں۔ جیسے کہ اُن سے پہلے جو اولین یعنی نبی کریمؐ کے ساتھ تھے ثُلَّۃٌ مِّنَ الۡاَوَّلِیۡنَ (سورہ واقعہ) اُن کے ذریعہ پورا کرایا گیا۔ اور قرآن مجید کا یہ پیغام نزول وحی کے پہلے دن سے ہے۔ **اَلَمۡ یَعۡلَمۡ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی کیا اس نے نہ جانا کہ اللہ دیکھ رہا ہے؟** یہ بڑی اہم بات ہے کہ پہلی ہی نزول کی سورۃ میں اللہ تعالی فرماتا ہے کہ ''میں دیکھ رہا ہوں'' یعنی پہلے ہی جتا دیا کہ میں دیکھ رہا ہوں اور بعد میں بار بار یہ بات دہرائی گی'' جو دنیا میں اندھا وہ آخرت میں اندھا'' اور آخر میں جنہوں نے نہ سمجھا انہیں آخری دور نبوت میں حضور ﷺ اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ (حدیث جبرئیل میں) بتایا گیا کہ میں تو دیکھ رہا ہوں تم بھی دیکھو یا وہ مقام پیدا کرو اور اس کا طریقہ بھی اس سورہ میں بتایا گیا وَ اسۡجُدۡ وَ اقۡتَرِبۡ اور سجدہ کرو اور نزدیک ہو جاؤ۔ حدیث احسان مبارک کے الفاظ یہاں دیکھیں **و عبد ربک کانک تراہ** اور اپنے پرودگار کی اس طرح عبادت کر گویا تو اسے دیکھ رہا ہے **فان لم تکن تراہ** اگر تو خدا کو نہیں دیکھ سکتا تو اتنے یقین سے عبادت کر کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ اور جنہوں نے نہیں سمجھا انہیں قرآن کہتا ہے اَفَلَا یَتَدَبَّرُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ اَمۡ عَلٰی قُلُوۡبٍ اَقۡفَالُہَا کیا یہ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے ؟ یا ان کے دلوں پر تالے لگ گئے ہیں (سورہ محمد ۲۴)۔

جو دیدار کے قایل نہیں وہ قرآن مجید کی سورہ الانعام کی آیت مبارکہ لَا تُدۡرِکُہُ الۡاَبۡصَارُ نہیں گھیر سکتی اُسے نظریں 103 کا پہلا حصہ پیش کرتے ہیں اور دوسرا حصہ حذف کر دیتے ہیں اُس پر غور نہیں کرتے وَ ہُوَ یُدۡرِکُ الۡاَبۡصَارَ وہ گھیرے ہوئے ہے سب نظروں کو۔ جو کہ بڑا اہم ہے اللہ تعالی فرماتا ہے اُس کو نظریں نہیں گھیر سکتیں (مگر) وہ سب نظروں کو گھیرے ہوئے ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ انسان کی نظریں مجھے دیکھ نہیں سکتیں لیکن اللہ تعالی انسانوں کی نظروں کو گھیرے ہوئے ہے۔ اس کا ایک مطلب تو یہ ہوا کہ انسان مجھے نہیں دیکھ سکتا' مگر میں انسانی نظروں کو دکھائی دیتا ہوں' دوسرا یہ کہ انسان کی قابلیت نہیں کہ مجھے دیکھ سکے لیکن اگر میں چاہوں تو اس کی نظروں کو دکھائی دے سکتا ہوں اگر وہ کوشش کرے' تیسرا مطلب یہ ہوگا کہ میں تو نظر آرہا ہوں مگر انسان کوشش نہیں کرتا کہ مجھے دیکھے یہ بات سورہ الحدید میں بھی بتائی کہ وَ ہُوَ مَعَكُمۡ اَیۡنَ مَا كُنۡتُمۡ تم جہاں ہو وہ (اللہ تعالی) وہیں ہے۔ اس کے بعد بھی انسان نہ سمجھے تو اللہ تعالی فرماتا ہے'' کیا یہ قرآن میں غور نہیں کرتے؟ یا ان کے دلوں پر تالے لگ گئے ہیں''۔ اور ان کے لئے مثال بھی دی وَ كَاَیِّنۡ مِّنۡ اٰیَۃٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ یَمُرُّوۡنَ عَلَیۡہَا وَ ہُمۡ عَنۡہَا مُعۡرِضُوۡنَ اور کتنی ہی بے شمار نشانیاں ہیں جو آسمانوں اور زمین کے (ہر گوشے) میں (سجی ہوئی) ہیں جن پر یہ (صبح شام) گزرتے ہیں اور اس سے روگردانی (نظر انداز) کئے ہوئے ہیں ایمان نہیں لاتے (سورہ یوسف ۱۰۵) اب اس سے پہلے بیان سورہ انعام کی آیت کا آخری حصہ دیکھیں وَ ہُوَ لَطِیۡفٌ خَبِیۡرٌ وہ بڑا باریک بین (اور) پوری طرح باخبر ہے۔ یہاں باریک بین ہونا اور پوری طرح باخبر ہونا یعنی وہ جانتا ہے کہ کون اُسے دیکھ سکتا ہے یا دیکھ رہا ہے اس بات سے پوری طرح باخبر ہے جس طرح وہ انسان کی ہر حرکت سے واقف رہتا ہے پتھر کے اندر رینگنے والے کیڑے سے باخبر رہتا ہے ایسی باریک بینی انسانوں میں نہیں ہوتی یہ صفت خاص خالق کل کی ہے۔ پہلے کہا کہ میں نظروں پر چھا جاتا ہے پھر کہا کہ میں باریک بین یعنی میں جانتا ہوں کہ انسان کیا دیکھ رہا ہے یا خدا کی قدرت کے کونسے جلوے پر اس کی نگاہ ہے **کیونکہ انسانی آنکھ اس کا پورا احاطہ نہیں کرسکتی وہ چیدہ چیدہ جلوؤں میں دیدار کرتا ہے**۔ وہ یہی بات ہے مہدی موعودؑ نے فرمایا کہ ''ہر انسان خدا کو دیکھتا ہے مگر پہچانتا نہیں''۔ ترمذی میں

حضرت عباسؓ سے روایت ہے کہ رَایٰ مُحَمَّدٌ رَبَّہٗ محمدﷺ نے رب کو دیکھا' قاضی عیاضؒ نے کہا کہ پس جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں جسے چاہے قوت عطا فرمائے اور رویت کے بوجھ کو اُٹھانے پر اُسے قادر کردے تو اس کے حق میں رویت (دیدار) ممتنع (منع یا غیر ممکن) نہیں ہے (قرطبی)۔ وَهُوَ لَطِيف کے تعلق سے زجاج نے کہا وہ اپنے بندوں کے ساتھ بڑا مہربان ہے اَلْلُطْفُ فِي الفِعْلِ کا معنی نرمی کرنا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے لطف (مہربانی) کا مفہوم ''توفیق'' بخشنا اور بچانا ہے (قرطبی) سورہ انعام کی آیت 104/105 میں معاملے کو واضح کر دیا قَدْ جَآءَ كُمْ بَصَآ ئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ .....تا..... عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ بے شک آئیں تمہارے پاس آنکھیں کھولنے والی دلیلیں اپنے رب کی طرف سے تو جس نے آنکھوں سے دیکھا تو اس نے اپنا فایدہ کیا اور جو اندھا بنا رہا تو اس نے اپنا نقصان کیا اور نہیں میں ہوں تم پر نگہبان اور اسی طرح ہم طرح طرح سے بیان کرتے ہیں دلیلوں کو اور تا کہ بول اُٹھیں گے یہ لوگ کہ آپ نے پڑھ کر سنایا ہے اور تا کہ ہم واضح کر دیں اس قوم کو اس کے لئے جو علم رکھتی ہے پیروی کیجیے آپ اس وحی کی جو کی جاتی ہے آپ کی طرف اپنے رب کی طرف سے۔ یہاں پہلی بات یہ کہی گئی کہ تمہارے پاس ''آئیں گی آنکھیں کھولنے والی دلیلیں'' لغات عربی میں قَدْ اسم بھی ہے اسم فعل اور حرف بھی عموماً سکون پر مبنی ہے مگر جَآءَ وہ آیا جس کے معنی آنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غایب جَآءَ كُمْ وہ تمہارے پاس آیا بَصَآ ئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ آنکھیں کھولنے والی دلیلیں (آیتیں لے کر) اپنے رب کی طرف سے۔ اس سے معلوم ہو رہا ہے دنیا میں ''دیدار'' کی دلیلیں (آیتیں) اللہ تعالیٰ کی طرف سے آچکی ہیں۔ تفسیر قرطبی میں ہے کہ حضور محمدﷺ اللہ تعالیٰ کی روءیت دنیا میں عقلاً جایز ہے اگر یہ جایز نہ ہو تو حضرت موسیٰؑ کا روءیت کے بارے میں عرض کرنا امر محال ہوگا اور یہ محال کہ نبی علیہ السلام اس سے ناواقف ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کون سی چیز جایز ہے اور کونسی جایز نہیں بلکہ وہ عرض ہی نہ کرتے (تو اس سے ثابت ہوا) کہ روءیت جایز ہے محال نہیں۔ حضورﷺ نے یہ نہیں کہا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کا سراپا دیکھا بلکہ کہا کہ ''وہ دو کمانوں کے درمیان تھا میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے شانوں پر محسوس کی''۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ ''آدمی اس قابل ہے کہ ایسا کمال حاصل کرے اور ملکوت کی صورت کو اپنا ایسا نقش دل بنائے' کہ درگاہ الٰہی کے قابل ہو جائے یعنی وہ باریاب ہو اور رب تعالیٰ کے نظارے میں مشغول ہو اور یہی امر اس کی بہشت اور اس کی سعادت کا منتہی ہے اور خالق نے اسے اسی لئے پیدا کیا ہے۔ اور جب تک اس کی آنکھ نہ کھلے گی (دیدار نہ ہوگا) اور اس لازوال جمال کو پہچان نہ لیگا دیدار کیا کر سکے گا۔ اور یہ پہچان معرفت سے حاصل ہوتی ہے اور خدا کی صنعتوں کی پہچان (مخلوقات میں اس کی صناعی و ربوبیت کا اظہار) معرفت کی کنجی ہے اور آدمی کے حواس ان صنعتوں کی کنجی ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ جو کام ذیشان ہوتا ہے اُس کی شرطیں بھی بہت زیادہ ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ (جب تک) باہر والے علم سے دل خالی نہیں ہو جائے تب تک وہ علم جو دل کے اندر سے پیدا ہوتا ہے نا پیدا ہوگا کیونکہ ظاہری علم خودنمائی خودستائی غرور و تکبر کے اسباب پیدا کرتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ''خدائے تعالیٰ سب چیزوں سے اشرف و افضل ہے اس لئے کہ سب چیزوں کو اسی کے سبب سے شرف و عزت ہے وہی تمام عالم کا بادشاہ ہے تمام عالم کی عجایبات اسی کی صفات کی نشانیاں ہیں کوئی معرفت بھی اس کی معرفت سے عمدہ نہیں اور حضرت ربوبیت کے دیدار سے بہتر کوئی دیدار نہیں اور دل کی طبیعت اس دیدار کو چاہتی ہے اس لئے کہ ہر چیز کی طبیعت اُسی خاصیت کو چاہتی ہے جس کے لئے خدا نے اسے پیدا کیا ہے اور اگر کوئی دل ایسا ہو جس سے اس کی معرفت کی خواہش زایل ہو چکی ہو تو وہ دل بیمار کے مانند ہے۔......آدمی فرشتوں کے اخلاق حاصل کرنے کے لئے پیدا ہوا ہے صفات کے لئے نہیں' آدمی کی حقیقت وہی ہے جس سے اس کا کمال ہے (طلب دیدار) دوسری صنعتیں عارضی اور عاریۃً ہیں اور آدمی کے کمال (مدد) کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔

جنت میں جنتیوں کو دیدار ہونا احادیث کی روایات کے مطابق یقینی ہے مگر اللہ کے کلام کو اسی کے معنوں میں دیکھا جائے اللہ تعالیٰ بار بار فرماتا ہے وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى ''جو دنیا میں اندھا وہ آخرت میں اندھا'' (بنی اسرائیل 72) اس کے معنی تو یہی ہونگے کہ ''جس نے دنیا میں دیدار نہیں کیا اُس کو آخرت میں بھی دیدار میسر نہ ہوگا'' اور یہ بات بعثت مہدی کے بعد کی اُمت کے لئے ہے کیونکہ دعوت ''طلب دیدار'' مہدی آخر الزماں نے دی ہے جو نویں صدی ہجری میں ہے۔ انسان دنیا میں جسم اور روح کے ساتھ حیات رہتا ہے آخرت میں صرف روح کے ساتھ حیات

رہتا ہے اس طرح وہ دونوں جہاں میں زندہ ہے لیکن ان دونوں حیاتوں کی کیفیت مختلف اور جدا ہے یہاں جسمانی موت ہے وہاں روحانی حیات ہے مگر حیات کا رشتہ دونوں جہانوں میں ہے یہی بات اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ ''جو دنیا میں اندھا وہ آخرت میں اندھا'' یہاں جو جسم اور روح کے باوجود اندھا رہا وہ آخرت میں روحانی حیات کے باوجود اندھا رہے گا اس بات کی تائید تفسیر قرطبی سے ہوتی ہے جو دنیا میں نظر و فکر کرنے اور حق (خدا) کو دیکھنے سے اندھا بنا رہے گا **فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ** تو وہ آخرت کے معاملے میں بھی اَعْمٰی اندھا ہوگا۔ اس آیت کی تفسیر میں مفسروں کی پریشانی قابل دید ہے'' ۔ اس طرح مہدی موعودؑ کی ''طلب دیدار'' دونوں جہاں کے لئے ہے ۔ یہ دنیا مکافات عمل ہے جو دنیا میں جیسا عقیدہ اور عمل اختیار کریگا آخرت میں ویسا ہی عقیدہ و عمل اُس کے ساتھ روا رکھا جائے گا۔ قرآن یہی بات کہتا ہے کہ ''جو دنیا میں جس کے ساتھ ہے آخرت میں اُسی کے ساتھ ہوگا'' ۔ مہدی موعودؑ نے طلب دیدار کی کوشش میں بندے کو نماز روزہ حج زکوٰۃ اللہ اور رسول کی اطاعت کا ''پابند'' بنا دیا ہے ایسا کیونکر ہو سکتا ہے کہ انسان ان تمام اعمال کو کئے بناء خدا کی طلب میں لگ جائے۔ ایک کمزور ایمان وعقیدہ کا مسلمان بھی بغیر وضو کے مسجد میں جانا یا نماز پڑھنا پسند نہیں کرتا تو پھر طالب خدا کس طرح فرایض کے پابندی کے بناء خدا کی طلب کی آرزو کرے گا۔

کیا ہر کوئی خدا کو دیکھ سکتا ہے؟ مہدی موعودؑ نے فرمایا ''ہر کوئی خدا کو دیکھتا ہے مگر پہچانتا نہیں'' ۔ اس کا خلاصہ یہ ہو سکتا ہے کہ ہر کسی کے سامنے شیشہ اور ہیرا ایک جیسی شئے ہیں ہیرے کو وہی پہچانے گا جو ماہر جوہری ہے اس لئے دیکھتو سبھی رہے ہیں مگر پہچان کچھ خاص لوگ ہی کرپاتے ہیں جو معرفت الٰہی سے بہرہ ور ہوتے ہیں ۔ اس معرفت الٰہی کو بھی سمجھا بہت علماء اور اولیاء نے مگر پہچانا نہیں کیونکہ اس کی تعلیم اور تربیت کا کوئی ذریعہ یا سلیقہ انہیں معلوم نہ تھا اور یہ سلیقہ سکھایا خلیفۃ اللہ مہدی نے اللہ کے حکم سے ''طلب دیدار'' کی تعلیم کے ذریعہ۔ کہکشاں میں بے حساب ستارے سیارے ہیں ان میں کونسا کیا ہے یہ ماہر فلکیات ہی بتائے گا کیونکہ اُسکی اُس نے تعلیم حاصل کی اور تربیت بھی اور اس کے ذرایعہ بھی جمع کئے جیسے دوربین جس کے ذریعہ وہ اُن کی خصوصیات کو جانتا ہے ہم سبھی کہکشاں میں ہزاروں چمکتے ستارے دیکھتے ہیں مگر ان کی خصوصیات معلوم نہیں کیونکہ ہمیں علم نہیں ۔ اسی طرح جو تعلیم فرایض ولایت سے مستفید ہو وہ کوشش کریگا کہ پہچانے کہ وہ کیا دیکھ سکتا ہے یا دیکھ رہا ہے اور وہ اپنے اس تجربے کو بیان نہیں کرسکتا کیونکہ وہ جو دیکھ رہا اس کی کیفیت کو بیان کرنے کا اس کے پاس ذریعہ نہیں ہے **لیسی کمثلہ شی** ۔ ایک کہانی ہے کہ اندھوں کے سامنے ہاتھی لایا گیا اور کہا کہ اسے پہچانو تو ایک اندھے نے سونڈ پکڑی کہ کہا ہاتھی ایسا ہے دوسرے نے پیر پکڑ لیا کہا کہ ہاتھی ایسا ہے تیسرے نے جسم پکڑ کر کہا کہ ہاتھی ایسا ہے ۔ جو بینا ہے وہ جانتا ہے کہ ہاتھی کیسا ہوتا ہے اندھے کو بس اتنا ہی علم ہے جسے محسوس کر سکے یا اندازہ۔

اور کیا کوئی تقوی پرہیزگاری توکل اختیار کر کے خدا کا دیدار کر سکتا ہے؟ قرآن کا پڑھنا احادیث کو سمجھنا ایک علم ہے اگر کوئی یہ علم حاصل کرلے اور نبی کریم ﷺ کو اللہ کا رسول نہ مانے تو وہ مسلمان بھی نہیں ہو سکتا مومن ہونا تو کجا۔ اسی طرح کوئی اسلام قبول کئے ہوئے ہے مگر مہدی موعود آخرالزماں کی آمد گزشت اور ان کی تصدیق سے بہرہ ور نہیں ہے تو وہ دیدار کی طلب نہیں کرسکتا کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا **من انکر مہدی فقد کفر** جس نے مہدی کا انکار کیا اس نے کفر کیا۔ تو اس لحاظ سے وہ طلب دیدار کا مطالبہ نہیں کرسکتا کیونکہ مہدی موعود نے فرمایا ''بندے کا آنا ہی دعوت دیدار کے لئے ہے'' اس لئے دعوت دیدار کے معلم کا اقرار اور اس کا یقین ہونا ضروری ہے ۔ جس طرح **لا الہ الا اللہ** کے ساتھ **محمد الرسول اللہ** کہنا ضروری ہے اسی طرح ''طلب دیدار'' کے لئے تصدیق مہدی ضروری ہے ۔ ہاں مگر بعثت مہدی سے پہلے یہ شرط عاید نہیں تھی جب بعثت ہوگی تو واسطہ ضروری قرار پائے گا جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ سے پہلے یہود و نصاری باوجود برائیوں کے خود کو مشرکوں کے مقابل اہل ایمان سمجھتے تھے بعثت نبوی کے بعد وہ کفار یعنی انکار کرنے والوں میں شامل ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ کا دیدار ہمیشہ ہوتے رہنا ضروری نہیں ہے ایک بار دیدار ہونا بھی دیدار ہی ہے ''مہدی موعودؑ نے فرمایا اگر کسی شخص کی ناک میں نکیل ڈالکر ایک ہزار برس گھمایا جائے اور اسے ''سوئی کے ناکے'' کے برابر دیدار حاصل ہوا تو وہ کہے گا کہ مجھے اسی طرح ایک ہزار برس گھماؤ تا کہ میں اتنا

دیدار کرلوں۔ بہت سے بزرگوں نے حضور نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھنے کے دعوے کئے ہیں اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ہمیشہ حضور ﷺ کو خواب میں دیکھتے رہے۔ حضور ﷺ سے احکام قرآن وحدیث سے فوائد کا اقتباس کرنا صرف اللہ کے خلیفہ مہدی کے لئے ثابت ہے آپ سے کئی مرتبہ حضور ﷺ کے معاملات کا سے استفسار کرنا مہدویہ روایات میں ہے۔

قرآن میں اللہ تعالی نے جابجا اللہ تعالی کی قدرت میں غور کرنے دنیا کے عجایب وغرایب میں غور کرنے قوموں کی تباہی وبربادی اوران کے کھنڈرات سے عبرت حاصل کرنے کا بیان کیا ہے لیکن ! با قاعدہ دعوت نظارہ یا دیدار کی بات سورہ یوسف کی ۱۰۸ ویں آیت میں کی ہے ۔اس آیت کے تین جز ہیں ایک قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْۤ اَدْعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِیْرَةٍ کہہ دو کہ یہ میرا راستہ ہے جس پر بلاتا ہوں بصیرت پر اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِیْ میں اور میرا تابع وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ پاک ہے (اللہ تعالی ہر شرک سے) اور میں شرکوں میں نہیں ہوں۔ پہلا دیدار پر بلانا دوسرا خود حضور نبی کریم ﷺ کا دعوت دینا اور اپنے تابع کو اس کا ذمہ سونپنا تیسرا اللہ تعالی کی ذات میں شرک سے بیزارگی یا برأت کا اظہار کرنا۔ آپ ؐ کا اور آپ ؐ کے تابع کا دیدار پر بلانا یا دعوت دینا تو معلوم ہوا لیکن اس دعوت کے ساتھ شرک سے برأت کا اظہار کیا معنی؟ یہ بڑی حیران کن بات ہے دوسرے مواقعہ اور احکام کے بیان میں شرک بیزارگی تو سمجھ میں آتی ہے لیکن! بصیرت یا دیدار کی دعوت کے ساتھ شرک بیزارگی کا مفہوم سمجھنا ضروری ہے۔ یہ ایک طرح سے تنبیہ یا وارننگ دینا ہے کہ خبردار اس بصیرت یا دیدار کی کوشش میں اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ خالق عالم کے دیدار کو بغیر غیر اللہ کی تمثیل اور تصور کے کوشش کی جائے ایسا نہ ہو کہ مخلوق کی مثالوں میں یا احوال میں اسے دیکھنا اس کی بصیرت حاصل کرنے کوشش نہ کی جائے کیونکہ ”اس کی مثل کوئی شئے نہیں“ ہے خلایق میں۔ یہ اس لئے کہ ایسا پہلے ہو چکا ہے کہ لوگوں نے پہاڑوں دریاؤں ندی نالوں سمندروں بیابانوں خوبصورتی بدصورتی اس دنیا کی تزئین وآرائش کو خدائی سے شریک کردیا اور ان عناصر کو بتوں کی شکل دے دی اور بعد میں خدا کا شریک بنادیا۔ اگر بصیرت یا دیدار حاصل کرنا ہے تو اُس نورٌ علی نور کے ذریعہ حاصل کرنا ہوگا جیسا کہ خاتم الانبیاء حبیب خدا محمد ﷺ نے حاصل کیا چونکہ وہ اللہ کے حبیب ﷺ تھے انہیں نہ صرف دیدار ہوا بلکہ اتنی قربت عطا کی گئی کہ آپ ؐ نے اُس کی ٹھنڈک کو اپنے شانوں پر محسوس کیا تھا کیونکہ وہ رشک دو عالمؐ تھے۔ اور طالب دیدار کے لئے ایک جلوہ بھی ہوجائے بہت بڑی بات ہے۔ انہیں جزیات کو اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ ”طلب دیدار“ کی شرایط اور لوازم کیا ہیں۔ اگر کوئی کسی سیاحتی مقام پر گھومنے جائے گا تو ایک بار جائے گا یا دو بار یا کسی دوسرے مقام کی سیر کو خواہش کریگا ایسا تو نہیں کہ صبح شام اُسی مقام پر جا کر بیٹھ جائے مگر وہ مناظر وہ نظارے اُسے ہمیشہ ذہن نشین ہوجاتے ہیں اگر ان کی وہ تصویر کشی کرنا بھی چاہے تو نہیں کرپائے گا جو بات خود کے دیکھنے میں ہے وہ بیان کرنے میں نہیں ہوتی۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْۤ اَدْعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِیْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ ط وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ

(سورہ یوسف 108) مہدیؑ موعودؑ سے نقل ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ مَنِ اتَّبَعَنِیْ کا ”مَن“ خاص ہے اور اس سے مراد تیری ذات ہے اس میں غیر شریک نہیں۔ بندگی میاں عبدالغفور سجاوندیؒ نے کہا میں کہتا ہوں وہی حق ہے جو حضرت مہدیؑ موعود علیہ السلام نے فرمایا کیوں کہ اس ”من“ کے خاص ہونے پر آیت کے بیان میں جو قرینہ موجود ہے اس لئے اس کا عطف اس پوشیدہ ضمیر پر ہے جو اَدْعُوْ میں ہے آیت شریفہ کا مطلب یہ ہے کہ بلاتا ہوں میں اللہ کی طرف بینائی پر اور وہ بھی بلائے گا اللہ کی بینائی پر جو میرا تابع ہے اور یہ عطف اس بات کو چاہتا ہے کہ تابع اور متبوع کی دعوت ایک ہی مرتبہ میں ہو ورنہ دونوں دعوتوں میں تفرقہ لازم آیگا اور جملہ کے عطف میں مناسبت کا ہونا ایک ایسا امر مرعی ہے جو وصل کے بہترین مقامات میں سمجھا جاتا ہے اور یہ معلوم ہے کہ نبی ﷺ پر دعوت فرض تھی تو اسی طرح آپ ؐ کے تابع پر بھی فرض ہونا چاہے اور وہ تابع جس پر دعوت فرض ہو جیسا کہ وہ فرض تھی نبی ﷺ پر تو وہ مہدیؑ کے سوا اور کسی پر نہیں ہوسکتی کیونکہ مہدیؑ کی بعثت اسی کام کے لئے ہے جیسا کہ فرمایا نبی ﷺ نے کہ کیسے ہلاک ہوگی میری امت میں اس کے اول ہوں اور عیسیٰ اس کے آخر میں ہیں اور مہدیؑ میرے اہل بیت سے اس کے درمیان ہے پس جیسا کہ نبی اور عیسیٰؑ اللہ کی طرف بلانے والے ہیں اسی طرح مہدی اللہ کی طرف بلانے والے ہیں اور چونکہ مَنِ اتَّبَعَنِیْ مطلق ہے (فن اصول کے اعتبار سے) مطلق سے مراد فرد کامل ہوگا وہ مہدیؑ ہی ہوسکتا ہے کیونکہ مہدیؑ

ہمارے نبی ﷺ کی ولایت کا خاتم ہے اوراس بات میں دلیل قاطع تو محض مہدیٔ موعودعلیہ السلام کا قول ہے ۔(بشر دہ آیات بندگی میاں عبدالغفور سجاوندی ؒ)قرآن میں **یتبع** بقرہ آیت 143 میں ہے کہ ''کون پیروی کرتا ہے اورکون مڑتا ہے رسول کی پیروی سے الٹے پاؤں'' ۔اورآیت **یتبعھا اذیٰ** بقرہ 263 جس کے پیچھے دکھ پہنچایا ۔اورآیت 89 سورہ یونس **ولا تبعن سبیل** ہرگز نہ چلنا جاہلوں کے طریقے پر ۔آیت 93 سورہ طٰہ **الا تتبعن** تم میری پیروی کرو ۔آیت 21 سورہ النور **ومن یتبع خطوات الشیطن** جو چلتا ہے شیطان کے نقش قدم پرتو اپنے پیروی کرنے والوں کو بے حیائی اور برے کاموں کا حکم دیتا ہے ۔آیت 24 القمر **نتبعــــہ** کیا ہم اس کی پیروی کریں گے ۔جیسے الفاظ اورآیات ہیں جن میں جمع کا صیغہ ہے اوربیان کیا گیا ہے کہ جو پیروکارلوگ ہوتے ہیں اکثر وہ پلٹ جاتے ہیں اورکئی پیروکارجاہل بھی ہوتے ہیں اور کچھ شیطان کے پیروکاربھی ہوتے ہیں یہ عام لوگوں گروہوں اوراژدھام کا معاملہ ہے ۔مگر سورہ یوسف کی آیت 108 اورسورہ آل عمران کی آیت 20 میں جس پیروی کرنے والے کا ذکر ہے وہ واحد کے صیغے میں ہے اوراللہ کے راستے پر اُس طرح بلانے کی شرط کے ساتھ ہے جواللہ کے رسول ﷺ کا راستہ ہے **من اتبعنی** میں اورمیری اتباع کرنے والا'جب''میں''واحد اللہ کے رسول ہیں تو ''میری اتباع'' کرنے والا بھی واحد ہی ہے'جیسے''میں اورمیرا''مگر مفسروں مترجموں نے اسے جمع کے صیغہ میں بیان کرکے اس کے معنی بدل دئے ہیں ۔مہدی موعودؑ کی بعثت کے پہلے کے مترجموں نے انجانے میں یہ کیا ہے بعثت کے بعد یہ جان بوجھ کرکیا گیا ہے ۔یعنی ان دو آیات میں جو پیروکار ہے وہ وہی ہے جو **من یقفو یحظی ولا یثری** میرے نقش قدم پر چلے گا خطانہیں کریگا کی شرط کے ساتھ پیچھے یعنی بعد کسی زمانے میں آئے گا ہے اوراُس کا آنا نویں 9 صدی میں شرطیہ یوں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے بھی یہی وعدہ کیا ہے اوراللہ تعالی نے بھی اس کا اشارہ یوں دیا ہے کہ اس تابع کا ذکر 108 ویں سورہ یوسف کی آیت میں کیا اس کو جمع کریں تو عدد 9 بنتا ہے ۔مہدی موعودؑ نے یہی دو آیات اپنے دعوی کے ثبوت میں پیش کی ہیں اورخصوصی طور یہ کہا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہوتا ہے اس میں جو مَــنْ ہے اے سید محمد تیری ذات ہے ۔یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے جودوسری مطابقتیں ہیں وہ اس مَـنْ کے ہم معنی نہیں ہیں ۔اوراس آیت مبارکہ میں بصیرت اوردیدار کی بات ہے اس کے تعلق سے علامہ قاضی منتخب الدینؒ نے مخزن الدلائیل میں لکھا ہے کہ: **کــمـا قـال النبی جـوعـو ابـطـونـکـم و عـطـشـو ا اکـبـادکـم لعلکم ترون ربکم شفاھا و ھو المقصود والایمان والاسلام وایدہ ماذکر فی تفسیر العـراس فی قولہ تعالی اُدعو الی سبیلی ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ الایہ** آنخضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے پیٹوں کو بھوکےرکھو اوراپنے جگروں کو پیاسے کہ شاید تم اپنے پروردگار کو آشکارا دیکھو ۔اوروہ (خدا کو دیکھنا) ایمان لانے اوراسلام قبول کرنے کا مقصد اعظم ہے ۔تفسیرعرایس میں اللہ تعالی کا فرمان: کہ اے محمدؐ بلاؤ مخلوق کو تیرے پروردگار کی طرف حکمت اورنیک نصیحت سے ۔اس سورہ یوسف کی 108 آیت **قُـلْ هٰـذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي ط وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ** اس کے بعد والی سورہ رعد کی آیت نمبر 16 سیاق میں دیکھیں **قُلْ هَـلْ يَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ لا اَمْ هَـلْ تَسْتَوِی الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرُ** ان سے پوچھے کیا برابر ہوتا ہے اندھا اور بینا' کیا یکساں ہوتے ہیں اندھیر اورنور کے متعلق حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: اس آیت میں **الْاَعْـمٰى** سے مراد انکار کرنے والے منکرین اور **الْـبَـصِيْرُ** سے مراد مومن ہیں ۔اور اسی رعد کے 19 ویں آیت میں کہا کہ: تو کیا جوشخص جانتا ہے کہ جونازل کیا گیا ہے آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے وہ حق ہے (یا) وہ اس جیسا ہوگا جوخود اندھا ہے ۔حضرت قتادہؒ نے اسی آیت میں **كَـمَنْ هُوَ اَعْمٰى** کے متعلق فرمایا اس سے وہ شخص ہے جوحق کی روشنی (بصیرت) دیکھنے سے محروم ہے نہ وہ دیکھتا ہے نہ سمجھتا ہے ۔جو صحابہؓ رویت باری یعنی دیدار کے قایٔل تھے انہوں نے حضو ﷺ سے اس کے متعلق گفتگو کی تھی ان میں حضرت ابن عباسؓ, حضرت انس بن مالکؓ حضرت ابوہریرہؓ حضرت ابوذرغفاریؓ حضرت عروہ بن زبیرؓ حضرت کعب بن احبارؓ ابن مسعودؓ یہ سب اس بات کے قایٔل تھے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے سر کی آنکھوں سے دیدار کیا تھا ۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے رسول اللہؐ نے فرمایا: میں نے اپنے رب کریم کو دیکھا (سر کی آنکھوں سے) مسند احمد کتاب دیدار الہی کے متعلق ہے امام سیوطی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے بیشک اللہ تعالی نے حضرت موسیٰؑ کو کلام سے نوازا اور مجھے اپنا دیدار عطا فرمایا اور مجھکو شفاعت کبری اورحوض کوثر سے فضیلت بخشی حضرت عکرمہ سے بھی ایسی ہی

روایت ہے۔شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا کہنا ہے کہ حضورﷺ کوایک نہیں کئی معراجیں کرائی گئیں جن میں سے ایک معراج روح اور جسم کے ساتھ ہوئی بقیہ تمام معراجیں روحانی تھیں ۔امام عبدالوہاب شعرانی کا قول ہے کہ حضورؐ نے رب کو 34 مرتبہ دیکھا 33 مرتبہ قلبی اور ایک مرتبہ سر کی آنکھوں سے۔معراج میں جب حضور نبی کریم ﷺ 50 سے 5 نمازوں کی تخفیف کرانے 10 مرتبہ اللہ تعالی کے حضور حاضر ہوئے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ ﷺ نے دس مرتبہ دیدار کیا۔اب اس میں یہ بحث کیا معنی کے سر کی آنکھوں سے دیکھا دل کی آنکھوں سے دیکھا دوبار دیکھا یہاں تو سدرۃ المنتہی پر حضرت جبرئیل کو دیکھ کر واپس آجانے کی نفی ہوجاتی ہے کیونکہ کچھ لوگوں نے لکھا ہے کہ حضورﷺ نے سدرہ پر حضرت جبرئیلؑ کو دیکھا تھا۔حضورﷺ کی نبوت 23 برس کی ہے اگر یہ مان لیا جائے کہ حضرت جبرئیلؑ مہینے میں پندرہ دن آپؐ کے پاس آتے تھے تو ایک سال میں 180 دن ہوئے لگ بھگ اسے سال کے دوسو دن مان کے چلیں کیونکہ حضورﷺ دوسرے دنیاوی اُمور بھی انجام دیا کرتے تھے اور یاد رہے کہ پہلی وحی کے بعد حضرت جبرئیل ایک عرصہ نہیں آئے تھے اس طرح تیں برس کی نبوت میں اندازاً ساڑھے چار پانچ ہزار مرتبہ آئے ہُوں گے اور پتہ نہیں اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں کن کن احوال کے سراپا میں دیکھا ہوگا اس کے بعد یہ کہنا کہ حضورﷺ نے سدرۃ پر جبرئیل کو دیکھ کر واپس آئے بات کچھ سمجھ میں نہیں آتی۔لہٰذا آپ ﷺ نے اُس وقت جو دیکھا اس سے پہلے کسی نے نہیں دیکھا ۔وہ نہ حضرت جبرئیل تھے نہ کچھ اور تھا جو دیکھا وہ حق تھا۔مسند امام احمد بن حنبلؒ میں ہے اے ابوذر میں نے خدا کو دیکھا وہ نور تھا۔بخاریؒ کی حدیث میں رایۃ عزہ و جلہ ہے۔امام احمد بن حنبلؒ سے کسی نے پوچھا کیا معراج کی رات اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا تو آپؒ نے فرمایاڑاہُ رَاہُ معنی ہاں دیکھا ہاں دیکھا اتنی بار آپؒ نے کہا کہ آپؒ کی سانس ٹوٹ گئی ۔سورۂ بنی اسرائیل آیت اسْبُحٰنَ الَّذِیٓ اَسْرٰ بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا۔۔۔۔ پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو رات کے قلیل حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصی تک...... یہاں پر بِعَبْدِہٖ کالفظ آیا ہے جس کے بارے میں عالموں کا کہنا ہے کہ عبد کا معنی مجسم انسان ہے روح اور جسم کے ساتھ۔اور سورۂ نجم میں ہے کہ:''پھر وہ قریب ہوا اور قریب ۔یہاں تک کہ صرف دوکمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا''۔یہاں پر قریب ہونے اور دوکمانوں سے کم کا فاصلہ ہونے کے بارے میں کثیر معنی تیر کی کمان اور شہادت کی انگلی اور انگوٹھے کے درمیان کا فاصلہ ہی لیا جاتا ہے۔کیا ہم نے کبھی غور نہیں کیا کہ ہماری آنکھوں کے اُوپر اور نیچے کی پلک کمان کے مشابہ نہیں ہے؟اردو شاعری میں مجازی معشوق کی پلکوں کو تیر کمان سے لاتعداد شاعروں نے تشبیہ دی ہے پھر کیوں ہم ایک ہی مثل پر اٹکے ہوئے ہیں۔ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ۙ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی اللہ تعالی نے تو بات صاف بتادی ہے کہ:قریب ہوا اور قریب ہوا' یہاں تک کہ صرف دو کمانوں کے برابر بلکہ اس کم فاصلہ رہ گیا۔کمانوں کے برابر بلکہ اس سے کم' کیا یہ فاصلہ آنکھوں کے درمیان جھپکنے والی پلک کا نہیں ہے۔کمان کے درمیان پھر بھی فاصلہ رہجاتا ہے اس سے کم کا فاصلہ آنکھوں کی پلکوں کے درمیان سے تو نہیں کم ہوسکتا اور خوبی یہ کہ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰی (۱۷نجم) نہ آنکھ تیڑی ہوئی نہ حد سے بڑھی ۔معنی نگاہ جما کر دیکھا' لگا تار دیکھا' ٹکٹکی باندھ کر دیکھا۔جس طرح اللہ کے رسول ﷺ نے دیکھا ایسا کسی نے نہیں دیکھا۔اس کی ایک اور مثل یہ ہے کہ ایک انسان آیئنہ میں اگر فاصلے سے اپنا چہرہ دیکھے تو ظاہر ہے یا تو کچھ نظر نہیں آئیگا یا دھندلا نظر آئے گا جب آیئنہ کے سامنے چلا جائے یا اپنے سامنے آیئنہ کرلے تو اس کے قد وخال خوب ظاہر ہوجاتے ہیں اس کے لئے اُسے نہ آنکھ تیڑی کرنی پڑتی ہے نہ ہی نگاہ کو حد سے آگے بڑھانے کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے اللہ تعالی نے تہدی (تنبیہ ،سرزنش دھمکی گھرکی جھڑکی کے ساتھ)ڈراتے ہوئے فرماتا ہے مَا رَاٰی ... اَفَتُمٰرُوْنَہٗ عَلٰی مَا یَرٰی (۱۲ نجم) جو اس نے دیکھا تو کیا تم جھگڑتے ہو اس سے اس پر جو اس نے دیکھا۔کیا واضح اور نرالا انداز ہے سمجھانے کا مگر اس کے باوجود کوئی سمجھے تو سہی؟اس کے بعد جتاتے ہوئے کہا کہ تم کیا سمجھتے ہو وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی (۱۳)اور تحقیق اس نے دیکھا اسے دوسری مرتبہ۔علماء کہتے ہیں کہ دیکھنےوالا کہے کہ میں نے اسے دیکھا اس سے پہلے جسے دیکھا گیا وہ کہہ رہا ہے کہ ہاں! اس نے مجھے دومرتبہ دیکھا۔اب اس کے بعد اس کے علاوہ وہ کیا کہہ سکتا ہے جو دنیا میں اندھا وہ آخرت میں بھی اندھا(یوسف)بصیرت یا دیدار کا معاملہ بھی ایسا ہی کچھ ہے اگر دل کی آنکھوں سے دیکھیں تو دیدار کے کئی جلوے نظر آئیں گے اگر سر کی آنکھوں سے دیکھنا ہے تو نور کو دیکھنے کے لئے وہ وسیلے تلاش کرنے ہونگے جس کی تعلیم خلیفۃ اللہ مہدی کے ذریعہ دی گئی

ہے۔یہی بات مہدی موعودؑ نے فرمائی ہے ''ہر شخص خدا کو دیکھتا ہے مگر پہچانتا نہیں''۔حالانکہ اللہ کے رسول ﷺ نے بھی اس کی وضاحت کی لیکن وہ اسلام کا ابتدائی دور تھا اُس وقت اسلام اور ایمان پر ہی لوگوں کی تشفی نہیں ہو رہی تھی ایسے میں احسان کی بات کیونکر ممکن تھی البتہ اسکا ایک نقشہ یا زایچہ حضور ﷺ نے کھینچ کر بتا دیا کہ احسان یہ ہے کہ ''تو اللہ کو دیکھا اگر اُس قابل نہیں تو سمجھ کے اللہ تجھے دیکھ رہا ہے''۔**وَ لَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰهَا** ۔ (السجدہ ۱۳)اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت دیدیتے ۔**لَوْيَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا** اللہ چاہتا تو سب آدمیوں کو ہدایت دیتا۔(الرعد ۳۱)اسی اُصول کے تحت دیدار ہر کسی کو حاصل نہیں ہوسکتا۔

واقعہ معراج کا بیان سورۂ بنی اسرائیل کی ابتدائی آیات میں آیا ہے۔مگر!اس کی ایک عجیب تطبیق اسی سورہ کی 60ویں آیت میں ہے جسے تفسیر قرطبی میں بیان کیا گیا ہے وہ یوں ہے کہ:**وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ** ہم نے اس نظارہ کو جو ہم نے دکھایا تھا آپ کو مگر لوگوں کے لئے آزمائش۔صحیح بخاری اور ترمذی میں ہے کہ یہ آنکھ کے ساتھ دیکھنا ہے (سر کی آنکھوں سے) جو حضور ﷺ کو اس رات دکھایا گیا تھا جس رات سفر معراج پر لے جایا گیا۔حضرت عروہؓ اور قتادہؓ نے اس آیت کے متعلق فرمایا کہ:جب یہ بیان کیا گیا تو قرآن کریم کی آیات کو نازل کرنا ڈرانے اور خوفزدہ کرنے کے متضمن ہے تو **''اس کے ساتھ آیت اسراء کاذکر ملا دیا' جبکہ وہ آیت اس سورۃ کے آغاز میں مذکور ہے''** **فِتْنَة** یعنی فتنہ سے مراد قوم کا مرتد ہونا ہے جنہوں نے اسلام قبول کرلیا تھا' جبکہ حضور ﷺ نے انہیں خبر دی کہ انہیں معراج پر لے جایا گیا تھا۔(تفسیر قرطبی جلد ۵)واقعہ یہ ہے کہ جب آپؐ معراج کی صبح یہ واقعہ اہل مکہ کو سناتے ہیں تو وہ نہ صرف آپ کا مذاق اڑاتے ہیں بلکہ کئی لوگ جنہوں نے اسلام قبول کیا تھا مرتد ہوجاتے ہیں'ان کا مرتد ہونا ہی فتنہ میں مبتلا ہونا ہے اسی لئے معراج کے واقعہ کے ساتھ فتنہ کا ذکر ہوا ہے۔جب کوئی معاملہ یا واقعہ ہوتا تو اسی وقت آیات کا نزول نہیں ہوتا تھا کبھی بعد میں اس کے تعلق سے اللہ تعالی معاملے کی حق ہونے کے احکام دیتا تھا اور کبھی واقعہ سے پہلے احکام اور معاملات پیش کردئے جاتے۔جب معراج کی صبح قریش مکہ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے کہا کہ:آپ کے ساتھی (اللہ کے رسولؐ) کہہ رہے ہیں کہ وہ گذشتہ رات بیت المقدس ہو آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا **ان کان قال ذالک فقد صدق** اگر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے تو سچ فرمایا تو اہل مکہ نے کہا کہ آپؓ ان ؐ سے (یہ واقعہ سنے بغیر) تصدیق کررہے ہیں تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: تمہاری عقلیں کہاں گئیں؟ میں آسمانوں کی خبر کے بارے میں ان کی تصدیق کرتا ہوں تو میں بیت المقدس کے بارے میں کیسے تصدیق نہیں کرونگا' حالانکہ آسمان اس (بیت المقدس) سے بہت دور ہے۔(قرطبی) یہ بڑی عجیب بات ہے کہ عالم یہ مانتے ہیں کہ حضور خاتم الانبیاء ﷺ نے بیت المقدس دیکھا 'راستے کے قافلے دیکھے'ملایکہ اور فرشتوں کو دیکھا'انبیاء کو دیکھا گفتگو کی' جہنم دیکھا جنت دیکھی مگر سدرۃ سے آگے ان تمام کے خالق کو نہیں دیکھا۔اسی لئے اللہ نے فرمایا ہے کہ ان کی آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں ان کے دل اندھے ہوتے ہیں۔

اللہ کے دیدار کے متعلق اتنی علمی بحث کیوں؟ جب کہ علمائے اسلام کا ایک گروہ حضور ﷺ کے بالمشافہ گفتگو اور دیدار کا قایل ہے۔مدارج النبوہ حصہ اول صفحہ ۱۸۷ انبیاء کے احوال میں محدث شیخ عبدالحق دہلوی نے مسلم کی ایک حدیث بیان کی ہے کہ (فرمایا رسول اللہ ﷺ نے)**مَنْ رَاٰنِيْ فِي الْمَنَامِ فَسَيَرَانِيْ فِي الْيُقْظَةِ** جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ بہت جلد مجھے بیداری میں دیکھے گا.........نیز مواہب لدنیہ میں ابن ابی جمیرہ سے نقل ہے کہ:ہم نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا اس کے بعد بیداری میں دیدار سے مشرف ہوئے اور حضور ﷺ سے پریشانیوں اور مشکلات سے نجات پانے کا ذریعہ معلوم کیا۔انہیں صفحات پر آگے ایسی بے شمار مثالی دی گی ہیں۔جب حضور ﷺ کو بیداری میں دیدار سے مشرف ہوکر معاملات کے حل پوچھے جارہے ہیں تو اللہ تعالی کے دیدار سے اتنی پریشانی اور علمی بحث کیوں؟وہ تو قادر مطلق ہے اور فرماتا ہے **لا تدركه الابصار و يدرك** نگاہیں اس کو نہیں پاسکتیں وہ نگاہوں کو پالیتا ہے۔آگے لکھا ہے کہ...انہی خصایص میں سے یہ ہے کہ گزشتہ انبیاء کرام کو جو کچھ سوال کرنے اور مانگنے کے بعد عطا فرمایا نبی کریم ﷺ کو بے سوال و بغیر مانگے مرحمت فرمایا۔اور یہی بات مہدی موعود علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے نشاندہی کرائی کہ ''کہدو (اے محمدؐ) یہ میرا راستہ ہے جس پر بلاتا ہوں بصیرت کی بنیاد پر اور وہ بھی بلائے گا جو میرا (رسولؐ) کا تابع ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔جب اللہ کا خلیفہ کہتا ہے تو اس پر بحث اور غیر

معصوم لوگ بیان کرتے ہیں تو نظر انداز کر کے خاموشی کیوں اختیار کی جاتی ہے۔

معراج کے سفر کے لۓ حضرت جبرئیل امین براق کی سواری لاتے ہیں' سیدھے آسمان کے سفر کے بجائے بیت المقدس کو پہلے جانا اور انبیاء و مرسلین کی امامت کرنے کی یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ باعث تخلیق کلئنات محمد ﷺ کے مقام و مرتبہ کو مخلوق انسان پر واضح کرنا کہ آپ ؐ کا مقام کیا ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی و رسول میں اللہ کے حبیب کا مقام کیا ہے؟ اسی لۓ آپ ؐ کو افضل الانبیاء کہتے ہیں۔ ایک بات قابل توجہ ہے کہ بیت المقدس میں انبیاء آپ کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے ہیں اس کے بعد معراج کے سفر کے دوران حضور ﷺ نے انہیں ان کی قبروں میں نماز پڑھتے دیکھا اور اس کے بعد آسمانوں میں باری باری ملاقاتیں ہوئیں گفتگو ہوئی یہاں تک کہ حضرت موسیٰ آپ ﷺ سے دس مرتبہ اللہ کے حضور واپس جا کر نمازوں میں تخفیف کرانے کی گزارش کر رہے ہیں۔ اس سے ایک بات تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ سفر دنیا کے حساب سے منٹوں لحموں کا تھا مگر اللہ تعالی کے حضور یہ وقفہ کتنے سالوں مہینوں اور صدیوں کا تھا یہ اللہ ہی جانے۔ اللہ تعالی جب کہہ رہا ہے کہ **لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ** (الانعام 103) نہیں گھیر سکتی اسے نظریں اور وہ گھیرے ہوۓ ہے سب نظروں کو اور وہ بڑا باریک بین ہے۔ اس کے متعلق تفسیر قرطبی میں ہے کہ: اس کا معنی ہے وہ آنکھیں جو دنیا میں پیدا کی گئیں ہیں وہ اس کا ادراک (احاطہ) نہیں کر سکتیں لیکن !وہ جس کے لۓ شرف و کرامت کا ارادہ فرماتا ہے اس کے لۓ وہ نظر اور ادراک پیدا فرما دیتا ہے جس کے ساتھ وہ اسے دیکھ لیتا ہے جیسا کہ حضور نبی رحمت محمد مصطفی ﷺ کیونکہ اللہ تعالی کی رؤیت دنیا میں عقلاً جائز ہے' اگر یہ جائز نہ ہو تو حضرت موسیٰ کا رؤیت کے بارے میں عرض کرنا امر محال ہوگا اور یہ محال ہے کہ نبی علیہ السلام اس سے ناواقف اور بے علم ہوں کہ اللہ تعالی کے بارے میں کون سی چیز جائز ہے اور کون سی ناجائز ہے' بلکہ وہ تو عرض ہی نہ کرتے (تو ان کے عرض کرنے سے ثابت ہوا) کہ رؤیت جائز ہے محال نہیں ہے۔ حضرت آدمؑ کی تخلیق کے بعد انہیں قیامت تک آنے والی اولادیں دکھائی گئیں اسی طرح حضرت سردار الانبیاء ﷺ کو ابتداۓ آفرینش سے قیامت تک کی تمام نسل انسانی اور اُمتیں دکھائی گئیں بلکہ جنت و جہنم بھی دکھائی گئی اور روز ازل سے قیامت تک کے معاملات و واقعات بھی دکھاۓ گۓ اس لۓ ہم دیکھتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ جب پچھلی اُمتوں کے زمانے کے واقعات بیان کرتے ہیں تو آنے والے زمانوں کے بارے میں بھی بتایا کرتے تھے یہ معاملہ حضرت آدمؑ کے ساتھ نہیں تھا۔ رہی بات انبیا کے اجتماع بیت المقدس اور قبروں میں نماز پڑھتے رہنے کی قرآن کہتا ہے کہ **وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ** (بقرہ ۱۵۴) جو اللہ کے راستے میں مارے جاتے ہیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن ان کی زندگی کا تمہیں کوئی پتہ نہیں۔ عالموں کا کہنا ہے کہ شہداء عبارت نص (اللہ کے قطعی حکم یا ایسی بات جس میں شک و شبہ نہ ہو) سے زندہ ہیں اور انبیاء دلالت نص سے ان کی حیات ثابت ہے۔ جو چیز دیکھنے میں نہیں آتی اس کی کیفیت کا کسی کو پتہ نہیں ہوتا چاہے شہداء انبیا یا کوئی اور حقیقت ہو۔ انبیاء کا حیات ہونا حقیقت ہے مگر فرق یہ کہ قبر میں زندہ ہیں یا فی اعلی علیین (اعلی جنت یا اعلی مقام یا اُپر والا مقام) میں۔ اور انبیاء وصف عنوانی (روح۔باطن) ذات موضوع (ظاہر۔جسم) کے ساتھ متصف ہیں' یہاں نبی کا اطلاق اُس جسم مبارک پر ہوتا ہے جو قبر میں بھی ہو اور ارواح اعلی علیین میں بھی وہ اس لۓ کہ جب اللہ نے انبیاء سے وعدہ لیا تھا۔ ''اور یاد کرو جب ہم نے تمام نبیوں سے عہد لیا اور تم سے بھی اور نوح' ابراہیم' موسیٰ اور عیسیٰ ابن مریم سے بھی اور ہم نے ان سے پختہ وعدہ لیا تھا......(احزاب ۷) اس آیت کے لحاظ سے انبیاء سے یہ عہد ان کی ارواح سے لیا گیا تھا تب وہ اجسام نہیں تھے۔ حضرت ابن سعدؓ نے روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی نے حضورؐ سے پوچھا کہ آپ کو کب نبی بنایا گیا؟ فرمایا جب مجھ سے میثاق (عہد) لیا گیا' اس وقت حضرت آدم روح اور جسد کے درمیان تھے۔ بالکل اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ نے انبیاء و مرسلین کی ارواح کی امامت کی تھی اور قبروں میں اور آسمانوں میں بھی انبیاء کی اراوح سے ملاقات کی تھی سواۓ حضرت عیسیٰؑ کے۔ یہ حضرت خاتم الانبیاؐ کی عظمت کو ظاہر کرنے کے لۓ کیا گیا تھا جو متشکل ارواح کے انبیا کی حاضری ہوئی تھیں۔ مگر حضرت محمد ﷺ کی معراج جسد عنصری اور وصف عنوانی دونوں حالتوں میں ہوئی تھی۔ اسی طرح جب امیر ذالنون اور علماۓ قندھار نے حاکم خراسان کے حکم سے حضرت مہدی موعود علیہ السلام سے ثبوت مہدی کے متعلق سوالات کے دوران پوچھا کہ آپ کے مہدی آخر الزماں ہونے کے گواہ کون ہیں؟ تو مہدی

موعود علیہ السلام نے کہا تھا یہ دائیں جانب محمد رسول اللہ اور بائیں جانب ابراہیم خلیل اللہ کھڑے ہیں یہ گواہی دیں گے ان سے پوچھ لو۔ نقل کے اس جواب میں یہی وصف عنوانی کی بات ہے کہ جس میں ارواح مقدسہ حبیب اللہ و خلیل اللہ کے حاضر ہونے کی بات تھی۔

ایک اہم بات یہ ہے کہ سورۂ یوسف کی 108 ویں آیت میں جس بصیرت یا دیدار کی بات ہے اُس کا خلاصہ اس سے پہلے کی 105 ویں آیت میں اللہ تعالی نے فرمادیا ہے۔ یہاں پر مہدی موعود علیہ السلام کا دیدار کی دعوت کی طلب کا فرض قرار دینا حق قرار پاتا ہے۔ وَ كَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَ هُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ اور کتنی ہی بے شمار نشانیاں ہیں جو آسمانوں اور زمین کے (ہر گوشے) میں (بچھی ہوئی) ہیں جن پر یہ (ہر صبح و شام) گزرتے ہیں اور اس سے روگردانی (نظر انداز) کئے ہوئے ہیں اور نہیں ایمان لاتے (ان میں بصیرت یا دیدار کی طلب نہیں ہے)۔ بے شمار نشانیوں کا دیکھنا انہیں نظر انداز کرنا اور ایمان نہ لانا 'اس کا ایک معنی تو یہ کہ ان تمام کے خالق اللہ کو نہ مان کر شرک کرنا ہوا' جو آگے بتایا گیا ہے چونکہ یہاں ایمان نہ لانا ان لوگوں کی طرف اشارہ کرتا ہے جو احکام خدا میں غور نہ کر کے قلب و نظر سے اپنے اندر بصیرت نہیں پیدا کرتے جس کی دعوت ایک سو آٹھ ویں آیت میں دی گئی ہے۔ اور مہدی موعود نے اسی کی نشاندہی کروائی ہے کہ اب جو نہیں سمجھتے وہ سمجھیں اور طلب دیدار میں وہ اعمال اختیار کریں جو اس راستہ کی طرف لے جاتا ہے کہ جس پر اللہ کے رسول ﷺ اور اللہ کے خلیفہ مہدی موعد آخرالزماں رہنمائی کر رہے ہیں۔ بصر کے معنی Sight نظر ہے اس کی جمع بصیرت ہے آنکھوں سے دیکھنا اس کی جمع الجمع بصارت ہے مگر بصارت کو نہ صرف دیکھنے کے معنوں میں لیا جاتا ہے بلکہ دکھائے جانے کے معنوں میں بھی لیا جاتا ہے۔ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ، وَهُوَيُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ، وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ (انعام ۱۰۳) نہیں گھیر سکتی اسے نظریں اور وہ گھیرے ہوئے ہے سب نظروں کو اور بڑا باریک بین (اور) پوری طرح باخبر ہے۔ جب وہ نظروں کو گھیرتا ہے تو آنکھوں کو روشن ہونا چاہیے نہ کے اندھی اور پوری طرح باخبر ہونا یعنی وہ جانتا ہے کہ کیا دکھایا جارہا ہے اور دیکھنے والا کیا دیکھ رہا۔ اگر ایسا نہیں تو پھر باخبر ہونا کس بات پر؟ بس یونہی؟؟۔ جب موسیٰؑ کو طور پر بلایا تو وہ باخبر ہوا کہ انسان میں ابھی صلاحیت نہیں بصیرت کی اور عرصہ بعد جب محمد مصطفی ﷺ کو بلایا تو باخبر ہوا کہ بصیرت ہی نہیں بصارت کی صلاحیت بھی پیدا ہوگی ہے۔ اس کے نوصدیوں بعد تابع رسول ﷺ سے کہا کہ دعوت طلب دیدار دو اور خدا کے حکم سے جب دعوت دی گئی تو وہ فرض قرار ہوگئی۔ نماز پڑھنا فرض ہے قبول کرنا یا نہ کرنا اللہ کی مرضی ہے اسی طرح طلب دیدار فرض ہے اس کا حاصل ہونا اللہ کی مرضی پر ہے یہی بات "نہیں گھیر سکتیں اسے نظریں اور وہ گھیرے ہوئے ہے سب نظروں کو" میں بیان ہوئی ہے۔ ترمذی میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رَاٰى مُحَمَّدٌ رَبَّهٗ محمد ﷺ نے رب کو دیکھا۔ قاضی عیاضؒ نے کہا کہ پس جب اللہ تعالی اپنے بندوں میں سے جسے چاہے قوت عطا فرمادیا اور رؤیت کے بوجھ کو اُٹھانے پر اسے قادر کردے تو اس کے حق میں رؤیت ممتنع نہیں ہے۔ (قرطبی) وَهُوَ اللَّطِيْفُ کے تعلق سے زجاج نے کہا وہ اپنے بندوں کے ساتھ بڑا مہربان ہے اَلْلُّطْفُ فِي الْفِعْلِ کا معنی کام میں نرمی کرنا اور اللہ تعالی کی طرف سے لطف کا مفہوم "توفیق" بخشنا اور بچانا ہے (قرطبی) مہدی موعودؑ کا یہ فرض قرار دینا معرفت الٰہی کے طلب گاروں کے لئے ہے یہ فریضۂ حج کے شرعی حکم جیسا ہے کہ اگر استطاعت ہے تو حج کرو دوسرے فرایض کے بغیر حج کرنا بے کار محض ہے اور ذمہ داریوں سے بھاگ کر قرضہ لیکر حج کرنے کا شریعت میں حکم نہیں ہے بالکل ایسا ہی جس میں قابلیت ہے یا جو اس کا اہل ہے اس کے لئے طلب دیدار فرض ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا جس نے (خلوص نیت) سے حج کیا وہ بالکل ایسا ہے جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ ایسا ہی اللہ تعالی کا دیدار حاصل کرنے والا بالکل ایسا ہے جیسے وہ اس حیات دنیا میں آنے سے پہلے تھا بے عیب و بے گناہ تھا کیونکہ انسان جب تک اس طرح طاہر و مطہر نہ ہوگا وہ دیدار نہیں پائے گا۔

دار قطنی میں حضرت ضحاک بن قیس الفہری سے روایت ہے کہ فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے: اخلاص یہ ہے کہ آدمی اس عمل پر دارین (دونوں جہاں۔ دنیا و عقبیٰ) میں عوض (صلہ معاوضہ یا بدلے میں کچھ بھی) نہ چاہتا ہوں اللہ کی عبادت کے عوض اور نہ فرشتوں سے کوئی مدد چاہتا ہو۔ جنیدؒ نے کہا کہ اخلاص بندے اور اللہ کے درمیان راز ہے جسے فرشتے بھی نہیں جانتے کہ وہ اسے لکھ لیں اور نہ شیطان جانتا ہے کہ وہ اسے خراب کرے اور نہ خواہش جانتی ہے کہ اسے مائل کرے (یعنی خواہش کے مطابق اللہ کی عطا یا فیصلہ نہیں صادر ہوتا سب کچھ اللہ کی مرضی پر منحصر ہے حتی کہ دیدار بھی) ابو قاسم

قشیریؒ وغیرہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے کہ فرمایا ﷺ نے: میں نے جبرئیل امین سے پوچھا اخلاص کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں نے اللہ رب العزت سے اخلاص کے متعلق پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ فرمایا (اللہ تعالی نے) یہ میرے رازوں میں سے ایک راز ہے میں اسے اپنے بندوں میں سے اُس کے دل میں رکھتا ہوں جسے میں پسند کرتا ہوں (قرطبی)۔ ان روایات کو قرآن کے بیان **"اُن کی آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں اُن کے دل اندھے ہوتے ہیں"** کے سیاق میں دیکھیں یعنی قلب ونظر سے اللہ کے دیدار کی بات ہے۔ اس کی وضاحت بقرہ آیت ۱۴۱ میں ہے کہ "وہ ایک اُمت تھی جو گزر چکی اُسے (وہ) ملے گا جو اُس نے کمایا اور تمہیں (وہ) ملے گا جو تم نے کمایا (یعنی اگر دیدار کی طلب رکھتے ہو تو وہ تمہیں ملے گا؟) اور تم سے نہ پوچھا جائے گا کہ (وہ) کیا کیا کرتے تھے۔ یعنی دوسروں کے اعمال کی کھوج کے بجائے تم اپنی طلب میں لگے رہو۔ بقرہ آیت ۱۳۸ میں اللہ تعالی فرماتا ہے "(ہم پر) اللہ کا رنگ (چڑھا ہے) اور کس کا رنگ خوبصورت ہے اللہ کے رنگ سے ہم تو اسی کی عبادت کرتے ہیں" اللہ کا رنگ چڑھنا یعنی تجلیات ربانی کا ظہور ہوتے رہنا جس میں ہم کھوئے رہیں۔ یا اللہ کے نور میں کھوئے رہیں' کیونکہ اس کے بعد ہم تو اسی کی عبادت کرتے ہیں اسی بات کی طرف نشاندہی ہے عبادت میں کھوئے رہنا اللہ کے نور کی عظمتوں کے متلاشی رہنا جسے دوسرے معنوں میں "طلب دیدار" میں مستغرق رہنا۔ حضرت ابن عباسؓ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی کہ 'بنی اسرائیل نے کہا اے موسیٰ کیا تیرا رب رنگ کرتا ہے (تجلیات کرتا ہے؟) موسیٰ نے کہا اللہ تعالی سے ڈرو! اللہ تعالی نے موسیٰ کو آواز دی اے موسیٰ وہ تجھ سے پوچھتے ہیں کیا تیرا رب رنگ کرتا ہے؟۔ آپؑ کہہ دیجیے ہاں! سرخ' سفید' اور سیاہ رنگ کرتا ہوں تمام رنگ میرے رنگ ہیں اور اللہ تعالی نے حضورؐ پر یہ آیت نازل فرمائی یہ بتانا مقصود ہے کہ تجلیات ربّانی اللہ کے رنگ ہیں جو ہر دم بدلتے رہتے ہیں کیونکہ اس کا کوئی خاص رنگ نہیں ہے وہ فرماتا ہے **لیثہ کمثلہ شي** اُس کے مثل کوئی نہیں یہ رنگ میں رنگنا اللہ کی معرفت کی تلاش میں اس کی محبت کے رنگ میں گرفتار ہونا ہے نہ کہ رنگ میں رنگ لینا۔

اللہ تعالی فرماتا ہے لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ اُس (اللہ کے) مثل کوئی شے نہیں ہے۔ کفار ومشرک یہ سمجھتے تھے کہ اُن کے اپنے ہاتھوں سے بنائے بت خالق ومعبود کا عکس ہیں یا معبود کا کوئی عکس اُن میں ہے اس طرح وہ ایک تصوراتی دنیا میں مقید ہو گئے تھے اسطرح ان کے آگے سر جھکاتے تھے برسوں سے ان کی یہ فطرت بن گئی تھی۔ لیکن! اُن کے لاشعور میں یہ بات تھی کہ یہ بت اُن کا بھلا برا نہیں کر سکتے لیکن معاشرہ اور ماحول انہیں ان سے انحراف کرنے کی اجازت نہیں دیتا تھا اور شیطان نے ان کے دلوں میں یہ خوف ان کی فطرت ثانیہ بنا دیا۔ اور دنیا میں رونما ہونے والی آفات سماوی اور شیطانی شرارتیں انہیں مجبور کرتیں کہ وہ کسی نامعلوم حفاظتی پناہ گاہ میں محصور رہیں اس کے لئے انہوں نے حاضر وموجود بتوں کی عبادت اختیار کر لی۔ مگر جب حضور نبی کریم محمد مصطفی ﷺ نے ایک عظیم قدرت والے خالق ومعبود کی عبادت واطاعت کی دعوت دی تو وہ حیران ہو گئے کہ یہ کونسا معبود ہے جسے ہم نہیں جانتے ایسے کیسے ہو سکتا ہے۔ لیکن ان کے لاشعور میں یہ بات آ گئی کہ محمد ﷺ جو کہہ رہے ہیں کہ وہ خالق ومعبود جو زندگی اور موت دیتا ہے اور دنیا کا نظام چلا رہا ہے کوئی تو ہے جس کی طرف محمد ﷺ بلا رہے ہیں۔ پہلے تو وہ بھونچکے رہ گئے وہ سمجھنے سے قاصر تھے کہ سورج چاند ستاروں پہاڑوں جنگلوں دریاؤں کا کوئی خالق وہ مالک بھی ہے اور ان کا بھی نظام وہ چلا رہا ہے یہ بات تو انہوں نے سوچی ہی نہیں تھی پہلی بار کسی نے ان کے ذہنوں کو جھنجوڑا ان کے لاشعور نے اس کی تصدیق تو کی لیکن معاشرہ ماحول اور زمانہ قدیم سے چلی آ رہی روایت سے وہ بغاوت نہیں کر سکتے تھے اور وہ اس خوف میں مبتلا ہو گئے کہ مبادا کہیں ان پر ان بتوں سے بغاوت کی وجہ سے ان پر کوئی ناگہانی مصیبت نہ آ جائے اور ان کے پیشوا اور امراء انہیں ان کی غلامی سے انہیں نکالنا بھی نہیں چاہتے تھے تا کہ ان کے معاشرتی ضرورتوں میں کوئی کمی نہ ہو جائے۔

نبی کریم ﷺ کی دعوت اسلام نے اس نظام کو کھلا چیلنج دیا تو تمام امراء وپیشوا آپ کی مخالفت میں سب سے آگے آ گئے۔ اور دیکھا گیا کہ نادار غربا ومساکین نے اسلام کو پہلے قبول کیا اس طرح وہ سابقون اولون میں شمار ہوئے یہ بات ان پیشوا وامراء کو بری لگی انہوں نے دوسری چال چلی حضورؐ کہا کہ آپؐ ان غرباء ومساکین کو اپنی مجلسوں سے دور کر دیں ہم بھی آپ کی مجلس میں آیا کریں گے حضور ﷺ نے انکار کر دیا تو ان کی مخالفت میں شدت آ گئی کیونکہ ان کا بنایا ہوا تسلط اور ناحق کا نظام خطرے میں تھا جیسا کہ علماء سو اور جھوٹے صوفیا اور نام نہاد اولیا کا نظام 'مہدی موعودؑ کی 'طلب دیدار'' کی

دعوت پر مخالفت پر آمادہ ہوگیا۔ کیونکہ وہ نہیں چاہتے تھے اُمت خدا سے براہ راست تعلق قایم کر لے اس طرح تو انہیں کوئی پوچھنے انکی قدر و منزلت کرنے والا نہ ہوگا۔ لیکن جس طرح نبوت کے دس گیارہ برس تک کفار و مشرکین میں وہ خوف و ہراس اور غلامی کا اثر باقی رہا بعد میں آہستہ آہستہ زایل ہوتا گیا انہیں بات سمجھ میں آنے لگی تو اللہ تعالی نے ناپایدار اور فناء ہونے والے بتوں کے بجائے ہمیشہ قایم اور زندہ رہنے والے خالق و معبود کا تصور واقعہ معراج میں پیش کیا۔ جب معراج کی تفصیل وقتاً فوقتاً بیان کی گئی تو معاملات ان کے ذہنوں میں صاف ہونے لگے اور حضور ﷺ کا کردار حق کوئی نیک نیتی سچائی کے احوال بھی ان کے سامنے تھے تو انہوں نے آپ کی باتوں پر یقین کرنا شروع کیا اس طرح دس گیارہ برسوں کی محنت اور دعوت تبلیغ کے بعد صرف چند ایک سو مسلمان تھے وہیں پر معراج کے بعد ان کے قبول اسلام میں اضافہ ہوتا گیا اور اس کے بعد ان کی تربیت اور تعلیم کی ضرورت کے لحاظ سے ہجرت بھی واقع ہوگی۔ یہی بات دعوت ''طلب دیدار'' میں ہے علمائے سُو اور جھوٹے ولیوں کی رسم و بدعت نے اُمت مسلمہ کو جکڑ رکھا تھا وہ نئے نئے عقاید و رسم و بدعت کے منصوبے چلاتے رہے جن سے لوگ نالاں تھے جب ان کے سامنے صاف و شفاف طریقے سے احکام خدا اور شریعت پر عمل کرنے کی تعلیم پیش ہوئی تو انہوں نے اس قبول کرلیا۔ مہدی موعودؑ نے ان کے چنگل سے چھڑا کر اُمت کے لوگوں کا تعلق راست اللہ تعالی سے کر دیا کے اب بہت زیادہ علمی و فقہی مسایل میں الجھنے کے بجائے عمل کرو اور اللہ کی معرفت حاصل کرو اس طرح واقعہ معراج اور دعوت طلب دیدار میں مطابقت ہے۔

حضرت موسیٰ کلیم اللہ تھے اس کا یہ مطلب نہیں کہ اُٹھے بیٹھے چلتے پھرتے اللہ سے کلام کیا کرتے تھے بلکہ کچھ خاص موقعوں پر اللہ سے کلام کیا ہے خصوصی طور پر۔ زمانہ مصر اور اس کے بعد کی ایسے مواقع آئے جب موسیٰ سے بالمشافہ اللہ سے کلام کی کوئی روایت نہیں ہے۔ رہے وہ بیانات اور مکالمات جو روایتوں سے معلوم ہیں وہ وحی ہے جو نبی رسول کی نبوت کا جز ہے۔ جب اللہ کسی سے کلام کرنا چاہتا ہے تو بندہ کلام کرسکتا ہے نہ کہ بندے کی ضرورت اور چاہت اللہ سے مخاطب ہونے کی وجہ ہوسکتی ہے یہی بات بصیرت اور دیدار کی ہے اگر اللہ چاہے تو ممکن ہے ورنہ نہیں۔ یہی بات اس آیت مبارکہ میں بتائی گی ہے **لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ** (الانعام 103) نہیں گھیر سکتی اسے نظریں اور وہ گھیرے ہوئے ہے سب نظروں کو اور وہ بڑا باریک بین ہے۔ دنیا میں دیدار کا انکار کرنے والوں کے لئے آیت مبارکہ دلیل کی حیثیت رکھتی ہے لیکن انہوں نے کبھی بھی اس کے بعد والی آیتوں پر نہ غور کیا نہ مباحث میں اس کا حوالہ دیتے ہیں۔ دراصل اس کے بعد والی 105/104 آیات ہی دیدار کے دنیا میں ہونے کی دلیل ہیں۔ **قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ** ...تا.... **عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ** ۔ بے شک آئیں تمہارے پاس **آنکھیں کھولنے والی دلیلیں** اپنے رب کی طرف سے تو جس نے **آنکھوں سے دیکھا تو اس نے اپنا فایدہ کیا** اور جو اندھا بنا رہا تو اس نے اپنا نقصان کیا اور نہیں ہوں تم پر نگہبان اور اسی طرح ہم طرح طرح سے بیان کرتے ہیں دلیلوں کو اور تا کہ بول اُٹھیں گے یہ لوگ کہ آپ نے پڑھ سنایا ہے اور تا کہ **ہم واضح کردیں اس کو اس قوم کے لئے جو علم رکھتی ہے** پیروی کیجیے آپ اس وحی کی جو کی جاتی ہے آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے .... یہاں اللہ تعالی باریک بین **وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ** کی باریک بینی دیکھیے یہ نہیں کہا کہ اُن کے لئے جو علم رکھتے ہیں بلکہ کہا کہ ہم واضح کردیں گے **اس قوم کے لئے جو علم رکھتی ہے** قرآن میں **فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ** عنقریب اللہ ایسی قوم لائے گا جنہیں وہ محبوب رکھتا ہے (مایدہ ۵۴) کہا اور یہ بھی کہا ہے کہ **وَ قَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ** (واقعہ ۱۴) تھوڑے جو آخر میں ہونگے **وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ** ...... **وَّ اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ** (جمعہ ۲،۳) اور انہیں سکھاتا ہے کتاب اور دانشمندی کی باتیں...... اور ان کے علاوہ بھی جو ابھی ان سے نہیں ملے۔ اگر ان بیانوں کو مرتب کریں تو بات یوں ہوگی۔ آنکھیں کھولنے والی (دیدار کی) دلیلوں کو ایک قوم پر واضح (کھول کر بیان) کریں گے جو عنقریب اللہ لائے گا جن سے وہ محبت رکھتا ہے جو آخرین میں سے ہونگے تھوڑے سے انہیں سکھائے گا کتاب اور دانشمندی کی باتیں جو ابھی نہیں ملے معنی ابھی پیدا نہیں ہوئے آگے کسی زمانے میں پیدا ہونگے۔ صاف بیان اور اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا مہدی کی بیعت کرو جو اللہ کا خلیفہ ہے۔ جس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اپنا فایدہ کیا۔ **وَمَنْ عَمِيَ** اور جس نے رہنمائی حاصل نہ کی تو وہ اندھے کے قایم مقام ہے (قرطبی) **فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ الْاَبْصَارَ** اس کا معنی ہے **هو الادرَكُ بِحاسةِ البصر** آنکھ کے ساتھ کسی چیز کو دیکھنا اس ادراک کرنا۔ پس جس کسی نے استدلال کیا اور پہچان لیا تو اس نے اپنے

آپ کو نفع پہنچایا (قرطبی) مکہ مکرمہ میں حضور ﷺ کی نبوت کے گیارہ یا بارہ سال گزرے اس دوران کبھی آپؐ نے بصیرت کی بات نہیں کی جب معراج پر بلایا گیا تو آپؐ نے اس کا اظہار فرمایا اس سے پہلے وحی ہوا کرتی تھی۔اس بیان قرآن کے نزول کی ترتیب Chronology دیکھیں سورہ واقعہ نزول 46 میں آخر میں ایک تھوڑی سی قوم کو لانے کا وعدہ کیا گیا سورہ انعام نزول 55 میں بتایا کہ ایک قوم کو آنکھیں کھولنے والی دلیلوں کو واضح کرنے معنی عام کرنے کا جو علم رکھیں گے انہیں لایا جائے گا سورۂ جمعہ نزول 110 میں کہا گیا کہ انہیں قرآن میں دیدار کے علم کی دانشمندانہ باتیں سکھائی جائیں گی جو ابھی آ کر نہیں ملے معنی ابھی پیدا نہیں ہوئے اُس کے بعد سورۂ المایدہ نزول 112 میں کہا کہ عنقریب اللہ ایسی قوم لائے گا جن سے اللہ محبت رکھتا ہے اور وہ اللہ سے محبت رکھتے ہیں۔اس طرح بات بتائی کہ اللہ کا دیدار کرنے والے بعد کسی زمانے میں آئیں گے جو اللہ سے محبت کرنے والے ہونگے اور اللہ ان سے محبت کریگا۔اور یہ بات نبوت کے آخری ایام میں صاف صاف بتائی گئی کہ معاملہ یہ ہے کہ فرایض اور معاملات شریعت ظاہری اعمال ہیں جب معرفت الٰہی میں پختگی پیدا ہوجائے گی تو ایک قوم کو لایا جائے گا جو معاملات دیدار کا علم بھی رکھے گی اور دیدار سے شرف بھی ہوگی جو ان کی باتوں پر یقین نہیں کریگا وہ جو اندھا بنا رہا تو اس نے اپنا نقصان کیا اور نہیں ہوں (اُن) تم پر نگہبان اور اسی طرح ہم طرح طرح سے بیان کرتے ہیں دلیلوں کو۔اس لحاظ سے بندہ جب چاہے اللہ سے کلام یا دیدار نہیں کرسکتا اگر اللہ چاہے تو۔یہ بات اس آیت میں صاف بتائی گئی۔حضرت موسیٰؑ سے کلام کیا حضور ﷺ سے کلام بھی کیا دیدار بھی کرایا۔معراج جب واقع ہوئی حضرت ابو طالب اور اُم المومنین حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہوچکا تھا کلام اور دیدار ایک ایسی خصوصیت ہیں جو صرف اللہ کے جلیل القدر پیغمبروں میں حضرت موسیٰ کو کلام اور حضور خاتم الانبیا ﷺ کو دونوں میسر ہوئیں ورنہ تمام انبیا کو صرف وحی سے شرف و توقیر بخشی گئی۔وحی یقینی کیفیت کو کہتے ہیں جن پر وحی کا نزول ہوتا ہے تو انبیاء اس کی کیفیت اور حالت کو محسوس بھی کرتے ہیں اور انہیں یقین ہوتا ہے کہ کچھ احکام دیے گئے ہیں خالق کی طرف سے۔واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹوں نے نبوت کے رسالت کے دعوے تو کئے لیکن انہیں یقین نہ تھا کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں اس لئے کہ وحی یقین کا درجہ رکھتی ہے اگر کوئی کہے کہ مجھے وحی کی گئی تو اس بندہ کی اگلی پچھلی زندگی کے احوال و معاملات کو دیکھنے پرکھنے کا قوموں نے کام کیا ہے اور جو کہا جارہا ہے وہ کتنا حق ہے اس کو پرکھا اور جانچا گیا ہے یہ الگ بات ہے کہ اسے کتنے لوگوں نے مانا یا نہیں۔وحی ایک ایسی حقیقت کا اظہار ہے جو خود سے نہیں بلکہ ایک لازوال قدرت اور طاقت والے کے احکام کا اظہار ہے جس میں عارضی بناوٹ اور منصوبہ بندی کا گمان نہیں ہوتا اور نہ اس میں اپنی مرضی یا دخل کا شایبہ ہوتا ہے یہ ایسا ہے کہ جتنا کہا جارہا اتنا کروالی بات ہے۔ہر کوئی وحی کا متحمل نہیں ہوتا کچھ خاص بندوں کو منتخب کیا جاتا ہے جن پر وحی کا نزول ہوتا ہے واسطہ یا بلاواسطہ۔وحی کے الفاظ و کلام میں خدائی دبدبہ و جلال کا اظہار ہوتا ہے۔اس کے بہ نسبت کشف و مراقبہ جو خدا کے بندوں کی اپنی ذاتی کوشش کا نتیجہ ہے جو وقتیہ ہوتے ہیں اس میں احکام کے بجائے اشارے استخارے ہوتے ہیں جن کی حیثیت احکام کی نہیں ہوتی کشف و کرامات انسان کی ذاتی روحانی ترقی کا سبب ہوتے ہیں۔جبکہ وحی تجلی حق ہے جس پر پڑتی ہے انہیں منور کردیتی ہے اور وہ بندہ درخشاں نور کا واسطہ بن جاتا ہے۔نبی رسول کو وحی کشف مراقبہ فراست وصال سبھی حاصل ہوتے ہیں۔ولی کو کشف مراقبہ فراست ہوتی ہے عالم کو فراست دی جاتی ہے وصال (قربت) صرف اللہ کے طالبوں کو حاصل ہوتا ہے جس میں بندہ اپنے اطراف و اکناف خود کو خدا کی پناہ میں محسوس کرتا ہے حاضر بھی ناظر بھی یہ بصیرت اور دیدار کا پہلا زینہ ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ اور مہدی موعود کا اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِی ہونا صرف قول و عمل سے نہیں بلکہ احوال میں بھی اتباع کا پہلو نمایاں ہونا چاہئے۔اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ میں دو ذبیح اللہ کا فرزند ہوں معنی یہ کہ حضرت اسماعیل اور حضرت عبداللہ جنہیں چاہ زمزم کی تلاش میں ذبح کرنے کی عبدالمطلب نے منت مانی تھی جو بعد میں ایک سو اونٹوں کی قربانی پر ہوئی۔مطلع الولایت میں حضرت بندگی میاں سید یوسفؒ کی فصل ہے حضرت امامؑ کی ہجرت کے بیان میں نقل مذکور ہے کہ ایک روز دانا پور کے جنگل میں مقام تھا بی بیؓ نے معاملہ دیکھا اور اس میں غیب سے آواز سنی کہ ہم نے تیرے شوہر کو خاتم ولایت مہدی کیا ہے تصدیق کر۔بی بیؓ نے کئی بار (اس آواز کو سن کر) ہضم کیا چند روز کے بعد امامؑ کے حضور میں عرض کی امام مہدی نے فرمایا کہ اکثر اوقات ہم کو بھی فرمان ہوتا ہے کہ ہم نے تجھ کو مہدی کیا ہے لیکن جب اس کے ظہور کا وقت پہنچے گا خود ظاہر ہوگا......(صفحہ ۱۹) میراں سید محمود ثانی میرانؑ نے بی بیؓ کا مکالمہ سنا جاذب حق ہوکر

گر پڑے.....میاں دلاورؓ نے بھی یہ معاملہ سن کر قدمبوسی کی اسی طرح کے واقعات اسلاف نے بیان کئے ہیں جو کئی ہیں۔طبقات ابن سعد اخبار النبیؐ میں ہے کہ شام کے تجارتی سفر میں جب قافلہ ایک جگہ اترا تو صومعہ کے راہب بحیرا نے دیکھا کہ ایک بادل ہے جو تمام لوگوں کو چھوڑا کیلئے ایک انسان پر سایہ کئے ہوے ہے جب وہ (اللہ کے رسول ﷺ) درخت کے سائے میں آئے تو شاخیں سرسبز ہوگئیں۔اور بحیرا راہب نے اس قافلہ کی آو بھگت کی اور محمدؐ کی حفاظت کرنے کو کہا۔اور اس جگہ ایک اور راہب کا واقعہ ہے جس نے آپؐ سے کچھ سوال جواب کئے اور پیٹھ کھول کر مہر نبوت بھی دیکھی۔اور ابو طالب سے کہا کہ اپنے بھتیجے کو یہودیوں سے بچا کر رکھنا جو میں جانتا ہوں اگر وہ جان گئے تو انہیں اذیت پہنچائیں گے۔تیرے اس بھتیجے کی بڑی شان ہے جو ہماری کتابوں میں لکھی ہوئی ہے۔سعید بن عبدالرحمٰن بن ابزیٰ سے روایت ہے کہ ابو طالب سے اس راہب نے کہا اس علاقے میں ان کو لے کر نہ نکلنا کیونکہ یہ اس اُمت کا پیغمبر ہے یہودی حسد کریں گے وہ چاہتے ہیں کہ نبی موعود بنی اسرائیل کی قوم کا ہو۔لہٰذا اپنے بھتیجے کو بچائے رکھنا۔ایسا ہی واقعہ ہے کہ جب دائی حلیمہ آپ کو ایام طفلی میں لے کر اپنے قبیلہ جارہی تھیں تو ایک مشرک کاہنہ نے دیکھ کر اپنی قوم سے کہا کہ اس بچے کو مارڈالو یہ تمہاری قوم کا قتل کریگا۔اور جس وقت آپ ﷺ حضرت خدیجہؓ کا مال واسباب فروخت کرکے واپس مکہ آئے تو وہ اپنے مکان کے بالا خانے پر تھیں تو دیکھا کہ دو سائے آپ کو سایہ کئے ہوئے آرہے ہیں۔اور ایک راہب نے بھی میسرہ جو حضرت خدیجہؓ کے غلام تھے ان سے کہا: خدا کی قسم یہ پیغمبر ہے جس کی صفت ہمارے علما کتابوں میں پاتے ہیں۔

دنیا میں جتنے انبیاء ومرسلین آئے ان کی کوئی نہ کوئی خصوصیت رہی ان تمام خصوصیات کو ذات محمد ﷺ میں جمع کردیا گیا یہ بات اللہ تعالی نے قرآن میں کہی ہے اسی لئے اللہ تعالی نے آپ کو وَ مَا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِینَ (سورۂ انبیاء ۱۰۷) کہا کیونکہ انبیاء میں اُمت کے تئیں رحم اور شفقت کا درجہ ہوتا وہ تمام آپؐ میں بدرجہ اتم تھا۔اور یہ وہ رحم ہے جس کا اظہار اللہ تعالی نے آدم کی تخلیق پر کیا جب وہ چھینک کر الحمد لله کہے تو اللہ تعالی نے یرحمک الله کہا تھا۔مگر ایک خصوصیت محمدؐ کی ایسی ہے جو دوسرے انبیاء مرسلین کو نہیں ملی وہ ہے معراج جس میں اللہ تعالی سے بالمشافہ گفتگو کی ملاقات ہوئی اور اسے دیکھا محسوس کیا۔اگر محمد مصطفیٰؐ عکس انبیاء ومرسلین تھے تو وہ ان تمام کے نظیر بھی ہوے گر ایسا ہے تو افضل الانبیا ﷺ کا نظیر بھی ہونا چاہے کیسے ہوسکتا ہے ان کے مانند یا ان کا تابع نہ ہو سو اللہ تعالی نے نظیر مصطفیٰ ﷺ کی بشارت سورہ یوسف کی ۱۰۸ ویں آیت میں سنائی۔تم بھی بصیرت پر بلاؤ اور وہ بھی بلائے گا جو تمہارا تابع ہے۔محمد مصطفیٰ ﷺ کو بلاکر دیدار کرایا اور ان کے نظیر کو دنیا میں سر کی آنکھوں سے دیکھنے کا اور اس کی دعوت دینے کا حکم دیا۔اور جو مصدق ہوگا وہ تقوی وتوکل کی بنیاد پر یہ شوق پورا کرسکتا ہے شرط ہے تصدیق کی اس کے بجائے کوئی لاکھ عبادت ریاضت تقوی توکل کے اعمال کرلے جب تک یقین کامل کا ایمان نہ ہواسے دیدار ممکن نہیں اس کے لئے معرفت الٰہی کی ضرورت ہے۔حضرت خاتم المرشدؒ نے فرمایا ''دین دریہ فیض مقید'' خدائے تعالی کی بینائی کا حصول تصدیق مہدی پر ہے(بیش بہا گوہر ۱۹)

دیدار بصیرت کے تعلق سے مہدی موعودؑ کی ایک وضاحت ثم ان علینا بیانه جو ملا علی فیاض کے مباحث میں مطلع الولایت کے ۱۰۶/۱۰۷ پر بندگی میاں سید یوسفؒ نے بیان کی ہے معاملے کو صاف کرتی ہے۔نقل ہے کہ حضرت امامؑ نے ایک روز ثم ان علینا بیانه کی آیت کے بیان میں ملا علی فیاض کو فرمایا کہ مفسران سلف نے بیان کس (بنیاد) پر رکھا ہے ملا علی فیاض نے عرض کیا بعضوں نے کہا ہے کہ یہ بیان (ابوبکر)صدیقؓ کا ہے کیونکہ منصوص ہے ثانی اثنین سے بعضوں نے کہا عمر فاروقؓ کا ہے کیونکہ وہ وصف حق وباطل کو بیان کرنے والے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ عثمان غنیؓ کا ہے کیونکہ وہ جامع قرآن ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ اس کو بیان کرنے والے ہیں وہ علم کے شہر کا دروازہ ہیں۔فرمایا یہ چاروں صحابہؓ حضورؐ کے زمانے میں تھے پس اس کے بیان میں ثـم (ہے)جس کے معنی تراخی (دیری یا بعد کا زمانہ) کے ہیں۔ملا فیاض نے کہا بعض نے حسن بصریؒ اور دوسرے تابعین کو کہا ہے۔آپؑ نے فرمایا علینا کا اضافہ یدالله (اللہ کا ہاتھ) کے اضافہ کے مانند ہے اور یہ اضافہ حضور نبی کریم ﷺ کے سواء کسی پر عاید نہیں ہوتا پھر یہاں ثـم کے معنی میں (ملا علی فیاض) نے حیران ہوکر کہا کہ اللہ کے سوا کوئی اس کے معنی نہیں جانتا اور کہا کہ (علماء) کی ایک جماعت کے لوگ اس بات پر متفق ہیں کہ حق سبحانہ وتعالی محشر کے دن عرش اعظم پر ظاہر ہوگا.......اس وقت اپنی بے کیف زبان سے قرآن کی معنی بیان کریگا اور تمام اہل

قیامت سنیں گے ۔مہدی موعودؑ نے فرمایا کہ کیا یہ وجہ حقیقت کے قریب ہے کہ قرآن کا بیان اہل قیامت سنیں گے جبکہ اُس دن کوئی نیکی کچھ نفع نہیں پہنچا سکے گی ۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **یوم لا ینفع الظلمین معذر تطھم ..... یوم یاتی بعض 'ایٰتِ ربک لا ینفع نفسا ایمانھا** کہ جس دن کچھ فائدہ نہ دیگی ظالموں کو (کافروں کو)ان کی معذرت.....بلکہ جس دن آجائے گا ایک (قیامت کا دن) نشان تیرے پروردگار کا تو نفع نہ دے گا کسی کو ایمان لانا ۔(مطلع الولایت ۱۰۷)

مہدیؑ موعود علیہ السلام نے ''طلب دیدار'' کو فرض قرار دیا ہے' جیسے نماز پنج وقتہ فرض ہے روزہ فرض ہے حج فرض ہے زکواۃ فرض ہے اسی طرح ''طلب دیدار'' فرض ہے ان فرایض کا قبول ہونا یا نہ ہونا اللہ کی مرضی پر ہے ۔مہدیؑ موعودؑ نے ''اس کا حصول'' یعنی حاصل کرنا فرض نہیں قرار دیا کیونکہ 'طلب' میں اور 'حصول' میں فرق ہے ۔طلب ایک گزارش ہے مگر حصول شرطیہ ہے کہ حاصل کرنا ضروری ہوگا ورنہ گلوخلاصی ممکن نہیں ۔تعلیمات فرایض ولایت میں ایک تعلیم صحبت صادقین کی ایسی ہے جو ممکن تو ہے مگر مشکل ہے کیونکہ '' صادق'' کا اطلاق مہدویہ عقاید میں اس شخص پر ہوگا جو ترک دنیا' عزلت از خلق' تقویٰ' توکل' ذکر کثیر' ہجرت ظاہری یا باطنی اور طلب دیدار میں کوشاں ہو ۔ماضی قریب ماضی بعید زمانہ حال اور ماضی مستقبل میں ایسی شخصیت کا تصور محال ہے یہ اسوہ ہمارے ان اسلاف کا تھا جو صحابہؓ تابعین اور تبہ تابعین مہدویہ تھے ان کے بعد دوسرے فرایض پر تو گروہ کے مخلصین عمل پیرا رہے مگر جس طرح دیدار کے حصول پر سابقون اولین کے مہدویہ نے یقین کا اظہار کیا اور کلام کیا بعد کے بزرگوں نے خاموشی اختیار کی ہے اس کے باوجود ''طلب دیدار'' اور حصول دیدار پر یقین رکھنا عالیت پر یقین رکھنا اور تصدیق مہدی پر یقین وایمان رکھنا ہے ۔مہدی موعودؑ کے فرمان ''خلق حق تعالی رامی بیند ونمی شناسد'' لوگ خدائے تعالیٰ کو دیکھتے ہیں مگر پہچانتے نہیں کے مطابق ان کا یقین اور کوشش ہی ان کے '' صادق'' ہونے کی علامت ہے ۔اس کی مثال صحابہ رسول ﷺ کی ہے جنھوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا یقین سے ایمان لائے اور جو بعد میں آئے اللہ کے رسول ﷺ کو نہیں دیکھا مگر ایمان لائے' اور ان کا نبی کریم ﷺ سے عشق اور محبت کا عالم یہ کہ ایک ایک قول عمل اور فعل ان کے ذہنوں میں رچ بس گیا اس طرح گویا کہ انہوں نے بھی اللہ کے رسول ﷺ کو دیکھا ہو یہی حال دیدار کا ہے ۔اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوا یا نہیں مگر ان کا یقین اور ایمان ہی ان کے مومن مصدق ہونے کے لے کافی ہے ۔جن کو دیدار نصیب ہوا ان سے ان کا درجہ کم تو ہے مگر ان کا یقین کامل ہی ان کے ایمان کی علامت ہے ۔جس طرح نماز روزہ زکواۃ حج قبول ہوا یا نہیں اللہ کی مرضی پر ہے اسی طرح دیدار ہونا یا نہیں اللہ کی مرضی پر ہے کیونکہ مہدی موعود کے قول کے مطابق ''خلق حق تعالی رامی بیند ونمی شناسد'' لوگ خدائے تعالیٰ کو دیکھتے ہیں اور نہیں پہچانتے ۔انہیں دیدار ہوا ہو اور پہچانا نہیں ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ بھی یہی فرماتا ہے ''اسکو نگاہیں نہیں پاسکتیں وہ نگاہوں کو پالیتا ہے'' ۔دنیا میں لاکھوں مشہور ومعروف لوگ آئے چلے گئے انہیں کوئی نہ جانتا ہے نہ پہچانتا ہے لیکن حضور محمد مصطفیٰ ﷺ کو چودہ صدیاں گزر گئیں رخصت ہوئے وہ آج بھی زندہ اور حیات ہیں مسلمانوں کے دلوں میں ایسی حیات ابدی بہت کم لوگوں کے حصہ میں آئی ہے اس کے علاوہ مدارج النبوہ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ :حق تبارک وتعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ وہ انبیاء علیہ السلام کے اجساد مقدسہ کو کھائے ۔

رعد کہتے ہیں بجلی کی گڑگڑاہٹ کو جس کے بعد بجلی کی تیز روشنی پیدا ہوتی ہے اور بجلی کے اس تیز روشنی کے کوندے کو جو پلک جھپکتے میں آنکھوں کو خیرہ کردیتا ہے ۔اس کے باوجود کیا آنکھیں اُس کوندے کو نہیں دیکھ پاتیں؟؟ دیکھ تو لیتی ہیں مگر! آنکھیں خیرہ ہوجاتی ہیں ۔جس طرح آج زمانے کی ترقی نے تیز روشنی کو دیکھنے کا چشمہ بنالیا ہے اسی طرح بعثت نبویؐ میں اور اس کے بعد نویں صدی ہجری میں تقویٰ پرہیز گاری عزلت از خلق اور ذکر کثیر کا ایسا روحانی چشمہ بتایا گیا کہ اس بے مثال کی جھلک دکھائی دے ۔مہدیؑ موعودؑ نے فرمایا: اگر کسی کو ایک ہزار برس ناک میں نکیل ڈالکر گھمایا جائے (طلب دیدار میں)اور اسے ایک تنکے کے برابر دیدار ہوگیا تو کہے گا مجھے پھر سے ایک ہزار برس گھماؤ تاکہ میں اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرلوں ۔حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے ۔قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ (الرعد ۱۶)(ان سے)پوچھئے کیا برابر ہوتا اندھا اور بینا ' کیا یکساں ہوتے ہیں اندھیرے اور نور ۔حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: اس آیت میں الْاَعْمٰى سے

مراد کافر (انکار کرنے والے منکرین) اور اَلْبَصِیْر سے مراد مومن ہیں۔اسی سورہ کی آیت ۱۹ میں فرمایا کہ" تو کیا جو شخص جانتا ہے کہ جو نازل کیا گیا ہے آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے وہ حق ہے (یا) وہ اس جیسا ہوگا جو خود اندھا ہے۔حضرت قتادہؓ نے اسی آیت میں کَمَنْ ھُوَ اَعْمٰی فرمایا اس سے مراد وہ شخص ہے جو حق کی روشنی دیکھنے (دیدار) سے محروم ہے نہ وہ دیکھتا ہے نہ وہ سمجھتا ہے۔اور آگے اُولُو الْاَلْبَاب کے تعلق سے ابن جبیرؒ نے فرمایا اس سے مراد وہ افراد ہیں جنہیں اللہ تعالی نے عقل و دانش کی نعمت (بصیرت) عظمٰی عطا فرمائی اور آگے یہاں جنت عدن کا ذکر ہے جس میں نبی صدیق شہدا عادل حکمران ہوں گے۔ان تمام کیفیات کا موازنہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ" دیدار" کے تعلق سے جو باتیں معلوم ہوتی ہیں وہ 1) دیدار کے لئے نماز کی حالت جسے ذکر کہا گیا ہونا ضروری ہے 2) تقوٰی پرہیز گاری ترک علایق دنیا 3) دیدار مسلسل ہوتے رہنا ضروری نہیں ہے ایک جھلک دیدار ہونا بھی دیدار ہی ہے۔حضور ﷺ کو جنہوں نے زندگی میں ایک بار دیکھا صداقت سے مومن ہوئے وہ صحابی رسول ہیں۔حضورؐ کو خواب میں دیکھنا حضورؐ کو ہی دیکھنا ہے کیونکہ شیطان آپ ﷺ کے مشابہت نہیں اختیار کرسکتا۔4) دل کی آنکھوں سے یا قلب و نظر سے دیکھنا بھی دیدار ہے دل میں آنکھ نہیں ہوتی قلب سے مشاہدہ کیا جاتا ہے۔کائینات کی تخلیقات میں ایمان کی بنیاد پر غور وخوض کرنا مشاہدہ کرنا بھی دیدار کی ایک قسم ہے اس طرح اور بھی معاملات ہوسکتے ہیں۔**حضور نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھنا ان کے حیات حقیقی میں دیکھنا ہے تو کیا کوئی انسان جس نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا وہ آپ ﷺ کا سراپا قد و قال بیان کرسکتا ہے جو ممکن نہیں یہ اس کی اپنی قلب یا نظر یا احساس کا معاملہ ہے۔بالکل اللہ تعالی کے دیدار کی یہی کیفیت حالت اور بیان کا معاملہ ہے۔**ہاں مگر دیدار کی حقیقت کو پانا الگ بات ہے اس کے لئے سب سے پہلے اللہ کے رسول ﷺ کے دیدار کرنے پر یقین کرنا ایمان لانا ہے اس کے بعد تعلیمات مہدی موعودؑ پر یقین کرنا اور عمل کرنا ضروری ہے اس کے بغیر دیدار ممکن نہیں۔جب آپؐ نے کہہ دیا یہ ممکن ہے تو اس پر یقین رکھنا ضروری ہے کیونکہ دنیا میں رسول ﷺ کے بعد کسی نے بھی دعوت دیدار دینا تو اور بات دیدار کی بات بھی نہیں کی جس کے لئے مراد اللہ مبین کلام اللہ خلیفۃ اللہ کا مقام علم اور تقدس ہونا چاہئے۔ہزاروں سالوں سے انسان چاند کو دیکھتا آیا تھا اسے صرف روشنی دینے والا استارہ یا کرہ سمجھتا تھا۔مگر جب اس پر مصنوعی سیارہ اتارا گیا تو انسان کو معلوم ہوا کہ چاند پر زمین جیسی ہموار سطح ہے جس پر کوئی روشنی کا چشمہ یا فوارہ نہیں ہے جو چراغ کی طرح روشن ہو بلکہ چاند سورج اور زمین سے روشنی لے کر وہ پلٹ دیتا ہے زمین کی طرف۔جب اللہ کا نور انسان پر پڑتا ہے تو انسان کو روشن کر دیتا ہے اسی روشنی میں وہ اللہ کا دیدار کرتا ہے **لا تدرک البصار** میں اسی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے۔

دیدار کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے اُس لمحہ اُس واقعہ کو سمجھنا ضروری ہے جو معراج کے وقت حضور ﷺ کو پیش آیا صبح صادق کا وقت تھا جب آپؐ سفر پر روانہ ہوئے تو دروازے کی زنجیر ہلنے لگی جیسا کہ اکثر ہلتی ہے اور جب واپس تشریف لائے تو وہ زنجیر ویسے ہی ہل رہی تھی یعنی لمحہ بھر یا آن واحد میں پلک جھپکتے سبحان اللہ وہ سب کچھ ہو گیا جو ہزاروں صدیوں میں ہونا تھا بس دیدار کی کیفیت اتنی سی ہے۔جو اللہ کے رسول ﷺ اس سفر کی اتنی تفصیل بیان کرتے ہیں وہ صرف اتنا کہہ دیتے کہ مجھے اللہ کا دیدار ہوا تو اُمت اس لئے یقین کر لیتی کہ جس طرح آپؐ کو غار حرا میں جبرئیل کے آنے اور نبوت کا مژدہ سنانے پر یقین کرتی ہے مگر آپ نے اس کی حقیقت اور ماہیت کو بیان کر کے پیغام دیا کہ ایسا ممکن ہوا ہے۔جس معراج کی حقیقت کو اللہ کے رسول ﷺ نے تفصیل سے بیان کیا اسے آپؐ کے تابع مہدی موعودؑ نے طلب دیدار کی حقیقت میں بتا دیا کہ اگر تمہیں اُس حقیقت کا اندازہ کرنا ہے تو صرف اتنا سمجھ لو کہ **الصلواۃ معراج المومنین** جو متبوع ﷺ نے بیان کر دیا ہے۔کیونکہ جو معاملہ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ پیش آیا وہ تابعؑ نے بیان کیا ہے۔

حضور ﷺ کو معراج میں بلایا گیا اور آسمانوں کی سیر کرائی اور ہر منظر کو آپ ﷺ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔اس کے بعد ایسا نہیں ہے کہ آپ ﷺ کو پھر کبھی ایسے واقعات اور مناظر نہ دکھائے گئے ہوں۔مسند امام حنبل جلد 1 حدیث 15 میں ایک طویل حدیث بیان ہوئی ہے مگر ہم اس کا ایک ضروری حصہ یہاں درج کرتے ہیں۔ایک دن حضور ﷺ بعد نماز فجر چاشت تک مصلی پر بیٹھے رہے اور اس کے بعد خلاف معمول اُٹھ کر گھر چلے گئے۔صحابہؓ کے اسرار پر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضور ﷺ سے اس بارے میں پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ: دراصل آج میرے سامنے دنیا میں آخرت کے وہ تمام اُمور پیش

کیے گئے جو آئندہ رونما ہونے والے ہیں.............اس کے بعد حضورﷺ نے کئی معاملات واحوال بیان کیے جن میں انبیا ومرسلین جنت وجہنم کے واقعات کو آپؐ کے نظروں کے سامنے کردیا گیا اور آپ نے وہ تمام واقعات بتائے یعنی اللہ تعالی نے آپؐ کے آنکھوں کے سامنے سے تمام حجابات اُٹھا دیے تھے اور آپؐ نے اپنی آنکھوں سے نہ صرف انہیں دیکھا بلکہ اولین سے آخرین کے واقعات بیان بھی کیے۔یہ معاملہ معراج کے بعد کا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریمﷺ کو موقع بہ موقع آنکھوں کے سامنے عالم غیب کے واقعات کا منظر دکھایا جاتا اور کبھی کبھی بعد زمانے میں ہونے والے واقعات بھی دکھائے جاتے اور پہلے کے انبیاء ومرسلین کے واقعات اور ان نبیوں کے چہرے قد وخال بھی بتائے جاتے ۔حضرت ابراہیمؑ حضرت موسیٰؑ حضرت عیسیٰ کا سراپا ان کے چہرے مہرے کا بیان آپؐ نے کیا ہے ۔اور اللہ تعالی نے آپﷺ پر نماز تہجد فرض کی تھی تا کہ اس وقت آپ اللہ حضور حاضر ہوں اور آپ کا یہ کہنا کہ ''تم میری برابری نہیں کرسکتے میں اپنے رب کے پاس رات گزارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا بھی ہے پلاتا بھی ہے''۔یہ حقیقتیں آپؐ کے ہمیشہ دیدار کیے جانے کی شہادت دے رہی ہیں۔

بزرگان دین علمائے اسلام کے اقوال اور بیانوں سے معلوم ہوتا ہے کہ روح کا قیام آنکھوں میں ہوتا ہے اور یہ صحیح بھی معلوم ہوتا ہے آنکھوں میں روشنی یا نور کا ہونا ہی زندگی کی علامت ہے جب آنکھیں بے نور ہوجاتی ہیں تو انسان مردہ کہلاتا ہے ۔انسان کے اعضاء میں صرف آنکھیں ہی ایسے عضو ہیں جو باہر کی روشنی اور اندھیرے کا مشاہدہ کرسکتی ہیں ۔دیکھا گیا ہے کہ اندھا انسان جانتا سمجھتا اور محسوس تو کرسکتا ہے مگر دیکھ نہیں سکتا اور اصل ہیت اور حقیقت سے آگاہ نہیں ہوسکتا ۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ روشنی ہی روشنی کو پاسکتی ہے انسان کے اندر کا نور باہر کی روشنی کو دیکھ لیتا ہے ۔کائینات کی تخلیق نور سے ہوئی ہے اس نور کے مشاہدے کے لیے آنکھوں میں روشنی یا بصارت کا ہونا ضروری ہے ۔جب انسان کے اندر کے نفس کو تقوی توکل اور ذکر اللہ کی تپش میں تپایا جائے تو اسی روشنی یا بصارت سے مشاہدہ حق ممکن ہے ۔اسی لیے کہا گیا کہ دیدار سر کی آنکھوں سے ممکن ہے یہ کیفیت محسوس کی جاتی ہے بیان نہیں ہوتی ۔

قلب ونظر ایک لفظ ہے جو اردو میں بولا جاتا ہے نظر تک تو ٹھیک ہے اس کے ساتھ قلب کو نظر لفظ کے ساتھ جوڑنا کیا معنی؟ کیونکہ یہ لفظ کسی زمانے میں ایک قوم کے خاص مقام کا حامل ہے جیسے ہاتھ پاؤں دونوں الگ اعضاء ہیں مگر ان کے اعمال ایک جیسے ہیں' دل ودماغ دو الگ عضو ہیں جسم کے مگران کے کام کرنے کی کیفیت ایک جیسی ہے بالکل ایسا ہی قلب ونظر ہے ایک ایسی کیفیت کا نام ہے جو باوجود الگ ہونے کے ان کے اعمال ایک جیسے ہیں نظر دیکھ کر بتاتی ہے قلب سمجھ کر بتاتا ہے کہ واقعتاً کیا ہے اور یہی قلب سے دیکھنا ہے معرفت الٰہی کے باب میں دونوں کے بیک وقت فیصلے کو بصیرت کہتے ہیں ۔نبوت سے پہلے حضورﷺ کو کیا حضرت ابراہیمؑ کے دین ومذہب ان کے خالق ورب کے بارے میں تمامی علم تھا جب کہ آپؐ اُمی تھے؟ مگر آپ کی شرافت نفسی مکہ میں ایک معلوم حقیقت تھی یہی وجہ ہے آپؐ غار حرا کی تنہایوں میں بیٹھے اُس خالق ومعبود کے بارے میں غور وخوض کیا کرتے تھے یا عبادت جسے ''تحنث'' کہا گیا' ہے اس معبود اعلی کو یاد کرنا جس نے انسانوں اور اس کائینات چاند ستاروں پہاڑ شجر حجر کو پیدا کیا وہ کون ہے؟ یہی بات تو آپؐ کے جد امجد حضرت ابراہیمؑ کے قلب ونظر میں آئی تھی وہ بھی ایک غار کی خاموش تنہائی میں باہر نکلے تو یہی سوچا تھا' یہ عجیب بات ہے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت محمد مصطفیﷺ میں کتنی یکسانیت اور مطابقت ہے ۔ایک مغرور ومتکبر بادشاہ کے ڈر سے جو خود کو خدا کہہ رہا تھا ابراہیمؑ کو چھپا دیا گیا تھا اور دوسرے انہیں کی آل و عترت میں مشرکوں اور نام نہاد بتوں کو معبود ماننے والوں سے بیزار ونالاں ہو کر ایک خالق کل کی تلاش میں اندھیری راتوں میں ایک غار میں تنہا گوشہ نشین ہوجاتے ہیں آخر کیوں؟ چلو مان لیتے ہیں بکریاں چراتے تھے پھر بھی کئی دنوں کا توشہ لے جانا کیا معنی رات کو واپس بھی تو آیا جاسکتا تھا اور ایسا بھی نہیں کہ آپ کو کسی قسم کی تنگی اور مجبوری تھی کیونکہ آپ کی زوجہ حضرت خدیجۃ الکبری مکہ کی ایک معروف رئیس تاجر خاتون تھیں ایسے میں ان کا رات رات بیوی بچوں کو چھوڑ کر توشہ لیجا کر تنہائی میں گزارنا کیا معنی؟ یہ وہی قلب ونظر کا کمال ہے کہ آپ کے رگ وخون میں خاندانی فراست منتقل ہوئی تھی جو انبیاء کے سلسلے کا حصہ ہے ۔آپؐ کے علاوہ وہ عبد المطلب کا ان کے جد امجد حضرت ابراہیمؑ کے چاہ زمزم کی تلاش میں اپنے عزیز بیٹے حضرت عبد اللہ کی قربانی کی منت مان لینا

اسی خاندانی شرف کی دلیل ہے۔اوران کے بیٹے ابو طالب کا اپنے بھتیجے کے لئے کفار مکہ کے آگے سینہ سپر ہو جانا یہاں تک کہ درۂ شعیب ابی طالب میں تین سال تک فاقہ اور تنگدستی اور ضعیفی میں آپ کا ساتھ دینا اسی شرک بیزاری کی علامت تھا حضرت ابراہیمؑ کے پاس غار اور ایام طفلی میں کوئی ناموس یا فرشتہ تو نہ آیا تھا اور نبوت سے پہلے حضورﷺ کے پاس بھی کوئی ناموس یا فرشتہ نہیں آیا تھا جب کہ پہلی وحی کے وقت آپ حضرت جبرئیل کو دیکھ کر گھبرا گئے بلکہ ڈر گئے تھے۔اس سے پہلے کون تھا جو خالق ومعبود کی حقیقت میں غور کرنے کے لئے قلب ونظر کو راہ دکھا رہا تھا؟ **اسے کوئی نگاہ نہیں پا سکتی وہ سب نگاہوں پر چھا جاتا ھے** نبوت کے شروع میں اور بعد بھی دس برسوں تک وہ کیا چیز تھی جو آپﷺ کے قلب ونظر پر چھا گئی تھی جب تک کہ آپ کو معراج میں دیدار نہیں ہوا وہ یہی بات ہے کہ وہ آنکھوں کو نظر نہیں آ رہا تھا مگر دل کو دکھائی دے رہا تھا۔حضرنوحؑ صالحؑ ہودؑ لوطؑ کو جو یقین حاصل تھا وہ یہی قلب ونظر کا یقین تھا۔حضرت موسیٰ کو طور پر کیسے یقین ہوا جو روشنی درخت سے آ رہی ہے وہ خدا کا نور ہے جو کلام کر رہا ہے وہ آپ کا رب ہے پہلے تو وہ کلام سن کر گھبرائے تھے جو روشنی درخت سے نکل رہی تھی اس کی ہیت کیفیت وماہیت کیا تھی جو موسیٰ اپنا رب ماننے کا یقین کر رہے تھے۔اور جو روشنی موسیٰ نے دیکھی وہ جانتے نہیں کہ وہ کیا دیکھ رہے تھے اور جو دکھائی دے رہا تھا وہ جانتا تھا کیا دکھایا جا رہا ہے۔ہوسکتا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام اسے دیکھ کر بھی پہچان نہ پائیں ہوں اسی لئے کہہ دیا گیا ہو **لن ترانی** کہ تو مجھے نہیں دیکھ سکتا یا تم میں اتنی سکت پیدا نہیں ہوئی یا انسانیت اتنی بلیغ نہ ہوسکی کہ اس نور کو پہچانے مگر اس سے زیادہ حیران کن معاملہ معراج کا تھا مگر محمدﷺ کے تعلق سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "نہ ان کی نظر بہکی اور نہ وہ گھبرائے" یہی وہ قلب ونظر تھی جب اپنے اوج کمال کو پہنچ گئی تو کہلوایا: کہد واے محمد یہ میرا راستہ ہے جس پر بلاتا ہوں بصیرتکی بنیاد پر" (یوسف ۱۰۸) اور اس طرح سے خاص معاملے کو عام کر دیا اور آپؐ کے تابع نے کہا کہ میرا بھیجا جانا ہی طلب دیدار کے لئے ہے۔خاص معاملات کو عام کرنے کی مثال ارکان حج میں صفا ومروا کی سعی ہے۔حضرت بی بی حاجرہؓ بے آب وگیا صحراء میں اپنے معصوم بچے کی محبت میں کسی اُمید کی تلاش میں اس ٹیلے سے اُس ٹیلے پر دوڑ لگاتی ہیں یہ ایک ماں کی محبت کا نجی معاملہ ہے جو فطرت انسانی کا حصہ۔مگر! اللہ تعالیٰ نے اسے حج کے ارکان کا حصہ بنا دیا محمدﷺ کے ہر اُمتی کو یہ رکن ادا کرنا پڑتا ہے ورنہ حج نہیں ہوتا کیوں؟ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے فرزند اسماعیلؑ کی قربانی اللہ کے لئے پیش کی ان کی جگہ دنبہ قربان کرایا اور ساری اُمت کو اسلام کے فرض حج کی ادائیگی میں جانور ذبح کرکے حضرت ابراہیم کی سنت اداء کرنا حج کا رکن کیوں؟ مطلب یہ کہ دین ایمان اور معرفت الٰہی کے باب میں کچھ اعمال وارکان جو خاص نوعیت کے تھے وہ عام کئے گئے ہیں انہیں میں عام اُمتیوں کی معراج یعنی دیدار الٰہی کی طلب جو اللہ کے رسولﷺ اور ان کے تابع نام خلیفۃ اللہ مہدی کے لئے خاص تھی اُسے مومنین اور معرفت الٰہی کے طلب گاروں کے لئے عام کیا گیا ہے۔اس کے علاوہ بھی دیدار کی تعلیم کی ضرورت یوں ہے کہ جب تم مخلوق کو رب مان رہے ہو تو انہیں بے شمار مخلوقات میں حقیقی خالق کی جو نشانیاں پھیلی ہوئی ہیں ان کی بناوٹ اور حقیقت پر غور کیوں نہیں کرتے کہ وہ بھی تو معدوم اور فنا ہو جایا کرتی ہیں جبکہ ان سے بہتر مخلوق اور ظاہرات وجود میں آتی جاتی رہتی ہیں۔کوئی تو ہے؟ جو ان فنا ہونے اور معدوم ہونے والی مخلوقات کی جگہ نئی تخلیق فرما دیتا ہے جو حقیقی خالق اور معبود ہے۔اس سے بڑی بات تو اللہ کے رسولﷺ نے فرمائی ہے **مَنْ رَآنِي فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ** جس نے مجھے دیکھا اُس نے حق (اللہ) کو دیکھا (بخاری ۶۹۹۶ مسلم ۲۲۶۷) اور اپنے حبیبﷺ کی بات پر اللہ تعالیٰ نے مہر ثبت کی ہے **اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ط يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ** (فتح ۱۰) بے شک جو لوگ آپ کی بیعت کر رہے ہیں در حقیقت وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔یہاں اللہ کہہ رہا ہے کہ جس ہاتھ پر یہ لوگ (صلح حدیبیہ میں) آپؐ سے بیعت کر رہے ہیں وہ اللہ کا ہاتھ ہے۔ہاتھ محمدﷺ کا اللہ کہہ رہا ہے میرا ہاتھ ہے تو اللہ کے رسولﷺ کیوں نہیں کہہ سکتے کہ "جس نے مجھے دیکھا اُس نے حق (اللہ) کو دیکھا۔یہاں دو باتیں معلوم ہوتی ہیں سورہ فتح کا نزول 111 ہے اس سے پہلے سورۂ النجم 23 اور سورۂ بنی اسرائیل 50 واں نزول میں اللہ کے رسولﷺ نے نہ صرف یہ کہ اللہ سے ملاقات کی بلکہ دیکھا بھی وہاں کیا راز و نیاز ہوئے یہ کسی کو معلوم نہیں ورنہ جو محمد پہلی وحی کے نزول کے وقت حضرت جبرئیل کو دیکھ کر گھبرا گئے تھے وہ اس یقین واعتماد سے کہہ رہے ہیں کہ مجھے دیکھنا حق کو دیکھنا ہے تو کوئی تو بات ہوگی۔دوسری بات یہ کہ آپؐ جو احکام شریعت لائے تھے وہ تمام اللہ کی جانب سے تھی ان کی بات ماننا ہوا اللہ کی بات ماننا ہوا کیونکہ عام انسان تو اللہ

کونہیں دیکھ پاتا اللہ کے رسولؐ پر یقین کرنا ایسا ہی جیسا کہ اللہ کو دیکھ کر احکام ماننا ہوا حضورﷺ نے خواب کو نبوت کا چالیسواں حصہ قرار دیا ہے خواب میں ہم کئی حقیقتوں کا مشاہدہ کر لیتے ہیں ایسا معاملہ کھلی آنکھوں والے کو بھی نہیں ہوتا انسان نیند کی حالت میں ہوتا ہے تو آنکھیں بند ہوتی ہیں پھر کیوں وہ کئی ایسی حقیقتوں کو دیکھ لیتا ہے اس کو نظر کہیں گے نظارہ یا حقیقت جو دل نے دیکھا وہ نظر نے نہیں دیکھا مگر دل کو یقین ہے کہ اس نے جو دیکھا سو دیکھا۔ مثلاً آج ایک بڑے مجمع یا اژدھام میں بہت سارے لوگوں کو وہ نظر نہیں آتا جو ایک کیمرہ مخصوص فوکس کر لینے پر دکھا دیتا ہے اور گھر بیٹھے ہوئے ہزاروں میل سے ہم ٹی وی پر دیکھ لیتے ہیں حالانکہ کیمرے اور ٹی وی کے درمیان کوئی ٹھوس رابطہ نہیں ہوتا سب کچھ ہوا یا فضاء میں منتشر ہوتا ہے لیکن ٹی وی کا سگنل اسے پکڑ لیتا ہے جبکہ میدان میں ہزاروں لوگ ہوتے ہیں وہ صرف یہ دیکھتے ہیں کے کھلاڑی آوٹ ہو گیا مگر کس طرح ہوا معلوم نہیں مگر کیمرہ ہر زاویہ سے اس کے آوٹ ہونے کی تفصیل بتا دیتا ہے کہ کھلاڑی بال اور وکٹ کے درمیان حائیل ہو گیا تھا جبکہ اسے آوٹ ہونا تھا۔ یہی معاملہ خواب یا قلب و نظر کا ہے اس طرح دل کی آنکھ وہ دیکھ لیتی ہے جو اوروں کو نظر نہیں آتا۔ ہم آنکھ سے سارا منظر نہیں دیکھ سکتے لیکن دل ان کے جزیات یا ٹکڑے ٹکڑے جوڑ کر ایک ایسا منظر ہمیں بتاتا ہے جو آن واحد میں تمام دنیا اور کہکشاں کا نقشہ ہماری آنکھوں کے سامنے کھنچ جاتا ہے اسی طرح کی کوئی کیفیت ہے قلب و نظر۔ ''یا تو اللہ کی عبادت اسطرح کر کہ گویا اسے دیکھ رہا' اگر نہیں تو اتنا جان لے کہ اللہ تجھے دیکھ رہا ہے''۔ اللہ تعالی کے جلیل القدر پیغمبر جو زمین پر اللہ تعالی کے خلیفہ ہوتے ہیں وہ جب نبوت و رسالت کی منہاج پر پہنچتے ہیں تو انہیں مسند انسانیت کی اعلی قدر کے طور پر ایک اعزاز دیا جاتا ہے یا انسے ایسا عمل کروایا جاتا ہے جو ناممکن تو ہوتا ہے مگر ان سے وہ ممکن ہو جاتا ہے جو ساری عالم انسانیت سمجھتی ہے کہ ممکن نہیں۔ ورنہ عام اُمتی اور اللہ کے نبی رسول پیغمبر اور خلیفوں میں فرق کیا ہوگا' خلیفہ یا قایم مقام میں کچھ اعزازی فرق تو ہونا چاہیے' یہی وجہ ہے کہ حضرت ابراہیم کا اعزازی نکتہ منہاج اللہ کے حکم سے اپنے فرزند عزیز حضرت اسماعیل کو قربان کرنے کے لئے آمادہ ہو جانا' حضرت موسیٰ کا اعزازی نکتہ منہاج کوہ طور پر اللہ سے کلام کرنا' حضرت عیسیٰؑ کا اعزازی نکتہ منہاج اللہ کے حکم سے ان کا بن باپ کے روح کا پیدا کیا جانا' حضور نبی کریم خاتم الانبیاﷺ کا اعزازی نکتہ منہاج معراج میں اللہ سے ملاقات کرنا اور اُس کا دیدار کرنا اور حضرت مہدی موعود آخر الزماں تابع تام رسول اللہ کی خلافتہ اللہ کا اعزازی نکتہ معراج دیدار اور دعوت طلب دیدار ہے' مگر اس میں فرق یہ کہ پہلے کے چاروں جلیل القدر انبیاء علیہ السلام کی عظمت کی شہادت قرآن میں اللہ نے دی اور آخر میں خاتم الانبیاﷺ اور ان کے تابع تام مہدی موعود آخر الزماں کو جو بعد کسی زمانے میں جن کی بعثت ہوگی اس لئے منسلک کر دیا کہ حضور نبی کریمﷺ کے بعد نہ کوئی نبی ہے اور نہ کوئی کتاب اتاری جانی تھی سو اللہ تعالی نے اپنے رسولؐ کے نکتہ اعزازی کو ساتھ ساتھ بیان کر دیا'' کہہ دو اے محمدؐ یہ میرا راستہ ہے جو بلاتا ہوں بصیرت کی بنیاد پر اور وہ بھی بلائے گا جو میرا تابع ہے۔ اس طرح اللہ تعالی نے اس ذہنی خلجان یا کنفیوژن کو پہلے ہی ختم کر دیا جو بعد کے زمانے میں پیدا کیا جانے والا تھا۔ مہدی موعود کو مہدی ماننا خاص بات نہیں ہے وہ تو دنیا مانتی ہے مہدی موعود آخر الزماں کو تابع تام رسول اللہﷺ ماننا خاص بات ہے اس کے باوجود کنفیوژن پیدا کیا گیا مسلمانوں کے گروہ مہدی کو منتظر مانتے تو ہیں کوئی انہیں امام کہتا ہے کوئی انہیں رضی اللہ عنہ کہہ رہا ہے کوئی دنیا کا حاکم بادشاہ مان رہا ہے کوئی ان کو انہیں بہت سارے معجزات و کرامات سے لیس ہو کر آنے والا خلیفہ مان رہا ہے' مگر انہیں خلیفتہ اللہ مراد اللہ مبین کلام اللہ نہیں مانتا سوائے مُصدقوں کے۔ تمام مذہبی تاریخی روایات اُٹھا کر دیکھیں کسی نبی رسول پیغمبر کی اتباع کرنے والا آنے والا ہے نہیں بتایا گیا البتہ دنیا کے سردار کے آنے کی بات ہے جو ہزاروں فرشتوں کے ساتھ نزول اجلال کوہ فاران میں کریگا۔ مگر وہ کسی کا تابع نہیں بلکہ سب اس کے تابع ہیں جو پہلے گزر چکے ہیں اور آنے والوں میں صرف مہدی موعود آخر الزماں ہی ہیں جو آپؐ کے تابع ہیں کہا گیا اور یہ بات قرآن نے کہی ہے اس لئے اس تابع کا مقام اور مرتبہ ظاہر ہوتا ہے۔

بصیرت یعنی دیدار کے احوال و کیفیات کو اللہ تعالی نے قرآن میں بار بار سمجھایا ہے اور لگا تار سمجھایا ہے جیسے پہلے کہا ہے کہ سورہ النجم نزول 23 میں پہلے معراج کا بیان ہوا اس کے بعد سورہ بنی اسرائیل نزول 50 میں سورہ یوسف 53 میں سورہ انعام 55 میں اس کے بعد سورہ المومن میں وضاحتیں آئیں اور سورہ حم سجدہ کی 53-54 آیات میں کہا کہ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ , أَوَلَمْ يَكْفِ

بِرَبِّکَ اَنَّہٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَھِیْدٌ ۔ اَلَآ اِنَّھُمْ فِیْ مِرْیَۃٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّھِم ، اَلَآ اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ ہم جلد دکھائیں گے انہیں اپنی نشانیاں آفاق (عالم) میں اوران کے اپنے نفسوں میں تا کہ ان پر واضح ہوجائے کہ واقعی "حق" ہے کیا یہ کافی نہیں ہے کہ آپ کا رب ہر چیز پر گواہ ہے۔سنو! یہ لوگ شک میں مبتلاء ہیں اپنے رب سے ملنے کے بارے میں یادرکھو وہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔پہلے تین 3 باتیں نوٹ کرلیں "ہم جلد دکھائیں گے انہیں اپنی آیات اطراف عالم میں اوراُن کی ذات میں" آیات کے معنی میری نشانیاں میرے احکام ہیں ۔سَنُرِیْھِمْ اٰیٰتِنَا ہم جلد دکھائیں گے اپنی نشانیاں اللہ تعالی کی نشانی موجودات حاضرات یا مخلوقات میں تو نہیں ہوتیں نہیں وہ فرماتا ہے لیشہ کمثلہ شي اُس جیسی کوئی شے ہے ہی نہیں تو پھر اس کی نشانی "اُس کے سواء" کیا ہوسکتی ہے؟ وہ بھی جلد دکھانا اطراف "عالم" میں عالم تمام کائنات کو کہتے ہیں اور جنت وجہنم عالم نہیں "منزلیں" یا مقامات ہیں دنیا میں اعمال کے بدلے کی۔معلوم ہوا "وہ اطراف عالم" دنیا میں ہے جہاں اللہ اپنی نشانی یا "دیدار" دکھائے گا۔اوراس میں بھی خصوصیت ہے "اُن کی ذات میں" اب انسان کی ذات میں دیکھنے کی چیز "آنکھیں" ہیں اس سے معلوم ہوا کہ "وہ دیدار" دکھائے گا انسان کی آنکھوں میں اسی دنیا یا عالم میں اور یہ معاملہ مرنے کے بعد جنت میں نہیں جیسا سمجھ لیا گیا ہے دنیا میں ممکن ہے۔اب آگے اور صاف وضاحت "یہاں تک کہ اُن پر ظاہر ہوجائے گا حق"۔حق اصطلاح دینی میں "اللہ" کو کہتے ہیں۔یہاں صاف بتا رہا ہے کہ "حق یعنی اللہ" "اُن پر ظاہر ہوجائے گا" جو اس کی طلب رکھتے ہیں ۔اور دنیا میں طلب دیدار کی دعوت مہدویوں کے لئے مخصوص ہے۔اوراس بات کا شاہد خود اللہ ہے ۔اب آگے مزید وضاحت "خوب یادرکھو !بیشک وہ اپنے رب کی ملاقات" دیدار" (روبرو حاضری) سے شک میں ہیں ۔اور آخر میں اپنی قدرت کا احساس بھی دلایا کہ" یادرکھو! بیشک وہ ہر شے کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔"یعنی نگاہوں کا بھی احاطہ کئے ہوئے جیسے کہا کہ "وہ نگاہوں کا احاطہ کرلیتا ہے (گھیر لیتا ہے) نگاہیں اُسکو نہیں پاسکتیں وہ نگاہوں کو پالیتا ہے۔ایسی بے شمار آیات قرآن میں ہیں دیدار کے حق ہونے کی دلیل میں ضرورت ہے انہیں دیکھنے پڑھنے سمجھنے اور عمل کرنے کی۔اس طرح اللہ تعالی نے واقعہ معراج کے بعد لگاتار دعوت دیدار کا بیان کیا ہے جب اس بات کو مکہ مکرمہ میں نہیں سمجھا گیا جہاں پر اِن سورتوں کا نزول ہوا تو دوبارہ مدینہ میں اس کی وضاحت ہوئی جب مدینہ میں بھی اس پر توجہ نہ ہوئی تو اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی حیات مبارک کے آخری ایام میں حدیث احسان کا معاملہ پیش کیا گیا اور مختلف اوقات میں اس سے پہلے اس کے بعد ان باتوں کو معرفت الٰہی کی سمجھانے کے لئے ایک بینہ یا خلیفۃ اللہ کے آنے کا وعدہ کیا گیا اور حضور ﷺ سے کہا گیا کہ آپ بس اپنا پیغام پہنچادیں ہم اس کا بیان ایک مبین کلام اللہ سے کرائیں گے 9 نویں صدی ہجری میں اس طرح وقت اور مقام کا تعین بھی کردیا کہ وہ مدینہ (شہر) سے ظاہر ہونگے کعبۃ اللہ کے رکن و مقام پر اپنا دعوی پیش کریں گے حالانکہ اس سے پہلے لوگ انہیں "مہدی" کے پہچان چکے ہونگے لیکن جب تک اللہ کا حکم نہیں ہوگا وہ دعوی نہیں کریں گے۔اس طرح مہدی کا آنا تجدید شریعت کے لئے تو ہے ہی بلکہ اصل مقصد "طلب دیدار" کی دعوت دینا ہے۔انہیں اپنی آیات اطراف عالم میں اوراُن کی ذات میں یعنی چشم سر سے دیکھنا کی قابلیت کا پیدا کرنا۔جسے تعلیمات فرائض مقیدہ مخصوصہ کے نام سے مہدویہ میں یاد کیا جاتا ہے ۔اسے یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت آدمؑ کے بعد ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا و مرسلین بھیجے لیکن جب انسانوں نے ان احکام کی حکم عدولی کی یا نا سمجھی کی اور اللہ تعالی عظمت وقدرت کو اعتراف کرنے میں آنا کانا کی تو پیغمبر آخرالزماں محمد الرسول اللہ ﷺ کے ذریعہ شریعت آخریں نازل کرکے تمام معاملات کو واضح کرکے احکام اور شریعت کا سلسلہ ختم کردیا اور معراج کے ذریعہ حقیقت خداوندی کو آشکارا کردیا کہ اب بھی ناسمجھی اور بغاوت کروگے تو تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے بالکل اسی طرح حضور نبی کریم ﷺ کے پیغام شناخت خدا اطاعت خدا کے اُن اُمور کو اللہ کے خلیفہ مہدی موعودؑ آخرالزماں اور تابع رسول اللہؐ کے ذریعہ "طلب دیدار" کی تعلیم اور تربیت کو واضح اور شرعی اُصولوں کی بنیاد پر پیش کردیا کہ اب اللہ تعالی کو اُسی طرح پہچانوں جیسے اُسے پہچاننے کا حق ہے اب اس کے بعد آنا کانی حیلے حوالے اور اپنی علمی و منطقی انا کے غرور میں مبتلا ہونا اللہ تعالی کی حکم عدولی اور نافرمانی کے مترادف ہوگی۔

آگے کی اس گفتگو کا ایک تحقیقی پہلو دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ابن مالک نے قولہ تعالی لَنْ تَرَانِي کے معنی بیان کرتا ہے کہ اگر ہم اس نفی کی تائید کے قائل رہیں تو یہ بات اس معنی کو شامل ہوگی کہ موسی علیہ السلام کبھی خدا کے دیدار سے مشرف نہ ہوں گے حتی کہ آخرت

میں بھی ان کو دیدار حاصل نہ ہوگا۔اسی اُصول کے تحت اگر کوئی کہے کہ حضورﷺ نے سدرۃ سے آگے بھی مقام محمود پر خدا کونہیں دیکھا تو اللہ کے رسولﷺ کو بھی دیدار حاصل نہ ہوگا اور یہی اُصول آپﷺ کی اُمت پر لاحق ہوگا۔مگر دوسری نازل کردہ کتابوں کے بہ نسبت قرآن میں اللہ تعالی نے فرمایا **وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ** ''تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے'' (الحدید۴) جب دنیا میں اللہ بندوں کے ساتھ ہے تو اپنے رسولؐ کے پاس ہے یعنی بندوں سے بھی قریب۔ابن زملکانی لکھتا ہے کہ لَنْ اُس شئے کی نفی کے لئے آتا ہے جو قریب ہو (بعد کے زمانے کی اس میں نفی نہیں ہوتی) اور عدم امتداد (طوالت' درازی' لمبائی' مدت) نفی کا فائیدہ دیتا ہے۔اس واسطے نفی کا امتداد نہیں ہوتا۔اور اس کا راز یہ ہے کہ الفاظ معنوں کے ہمشکل ہوا کرتے ہیں' اس واسطے '' لا '' جس کے آخر میں الف ہے اس میں امتداد نفی کے معنی ممکن نہیں ہیں' اس لئے کہ الف کے ساتھ آواز کی کشش ممکن ہے۔مگر! لَنْ کے آخر میں نون ہے جس کے ساتھ امتداد صوت کشش (آواز) ممکن نہیں پس ہر ایک لفظ اپنے معنی سے مطابق ہوگا۔اسی واسطے خداوند کریم نے ''جہاں مطلقاً نفی کا ارادہ نہیں کیا وہاں لَنْ کو وارد کیا ہے'' کہ اس سے محض ایک شئے کی (یا زمانے یا وقت کی) نفی کرنا مقصود ہے (ہمیشہ کے لئے نہیں)۔مطلب یہ کہ دیدار آگے کسی وقت یا زمانے میں ممکن ہوسکتا ہے۔اور یہی ہوا ہے حضرت موسیؑ کے بعد آنے والے حضرت عیسیؑ نے بھی اللہ سے اس خواہش کا اظہار انجیل برناباس میں کیا ہے۔اور ہوا بھی یہی سورۃ الاعراف کا نزول 39 ویں سورہ کے ہوا اور اسے ترتیب قرآن میں 7 نمبر پر رکھا جس کی 143 ویں آیت میں کہا گیا کہ تو مجھے نہیں دیکھ سکتا **لَنْ تَرَانِيْ**۔جب کہ اس سے پہلے سورہ النجم نزول کی 23 ویں سورۃ میں اللہ تعالی فرماتا ہے **مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰى ' اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ' وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى** نہ جھوٹ کہا دل نے جو اس نے دیکھا تو کیا جھگڑتے ہو اس سے اس پر جو اس نے دیکھا اور تحقیق اُس نے اُسے دیکھا دوسری مرتبہ 13,12,11 آیات۔یعنی موسی سے کہا تو مجھے نہیں دیکھ سکتا اور اہل مکہ خصوصاً بعد میں آنے والے مسلمانوں سے اللہ تعالی فرماتا ہے کہ حضورﷺ نے اللہ کا دیدار کیا اور تم اس بات پر اُن سے جھگڑتے ہو اور وہ جھوٹ نہیں کہہ رہے یہ تحقیقی بات ہے کہ تم ایک بار دیکھنے کی بات پر جھگڑ رہے ہو اُنہوں نے دو مرتبہ دیکھا ہے۔اور غور طلب امر یہ ہے کہ معراج میں نماز کا حکم ہوا جس کا ذکر پہلے سورہ نجم میں ہوا اور اس سورہ میں ایک سجدہ ہے اس کی آخری یعنی 62 ویں آیت میں **فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا** پس تم سجدہ کرو اللہ کے آگے اور تم اسی کی عبادت کرو۔یہ نماز کا قطعی حکم تھا۔ایسا حکم وحی کے نزول کی پہلی سورۃ سورۃ العلق میں سجدہ کرنے کا پہلے ہوا ہے **واسجد واقترب** اس پہلی وحی کی ابتداء اور ضرورت کی تکمیل اس 23 ویں نزول کی سورۃ میں کردی گئی کہ بس اللہ کی عبادت کرو شرک اور کفر اختیار نہ کرو یہی پیغام قرآن کے نزول کا ہے۔اور اس پیغام کا منتہی معرفت الٰہی ہے جسے معراج میں دکھایا گیا اور بعد میں قرآن کی دیگر سورتوں کی آیات میں بیان کیا اور صاف طور بتا دیا سورہ یوسف کی ۱۰۸ ویں آیت میں کہ جب تم دین ایمان اسلام اور عقیدہ وحدت میں کامل ہو جاؤ تو اللہ معرفت حاصل کرو اس کے دیدار کے ذریعہ۔حضورﷺ کی 23 برسوں کی نبوت کا حاصل قرآن مجید کی 23 ویں سورہ کے نزول کا پیغام ہے سجدہ کرو اور بصیرت حاصل کرو۔اور 50 ویں نزول سورہ الاسراء یا بنی اسرائیل میں معراج کی تفصیل آئی ہے جس میں حضورﷺ نے اللہ کا دیدار کیا جو کہ ترتیب میں 17 ہے' سورہ اعراف کا نزول 39 سورہ کے طور رہا اسے ترتیب میں 7 ویں مقام پر رکھا گیا اسی میں کہا گیا کہ تم مجھے نہیں دیکھ سکتے۔بعد میں نازل ہونے والی سورہ ابراھیم 72 جسے ترتیب میں 14 چودہویں مقام پر رکھا اس میں معراج کا واقعہ ہونا بتاتا ہے کہ نعمت اعظمی دیدار وہ اگلے انبیاء مرسلین کے لئے نہ تھی بلکہ افضل الانبیاءﷺ اور ان کی اُمت کے لئے مخصوص ہوئی تھی۔اسی طرح حضورﷺ کے اُمت میں دعوت دیدار مصدقوں کے لئے ہے یہی بات ہے کہ اس کے پہلے 53 سورہ یوسف کے نزول میں جو ترتیب میں 12 نمبر پر ہے اس کی 108 ویں آیت میں اللہ کے رسول سے کہا گیا کہ دعوت دیدار آپ بھی دو اور آپ کا تابع مہدئ موعود بھی دیگا اور تعجب خیز بات یہ ہے کہ یہ احوال مکہ مکرمہ ہی میں بتا دئے گئے۔سوال یہ ہے کہ اگر ایسا ہی تھا تو پھر اللہ کے رسولﷺ نے اس کی دعوت کہاں اور کیسے دی ہے اس سے پہلے ہم نے بخاری و مسلم و دیگر امحدثین کی روایت بیان کی ہے ایک حدیث سنن ابو داود ۵۶۵۸ میں ہے کہ: **ابو زرین عقیلیؓ بیان کرتے ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسولﷺ کیا ہم سب الگ الگ اپنے پروردگار کو دیکھ سکیں گے؟ آپؐ نے فرمایا کیوں نہیں!** میں نے کہا اللہ تعالی کی مخلوق میں اس کی کیا علامت ہے؟ آپؐ نے فرمایا اے ابوذرین کیا تم سب تنہائی میں چودہویں رات کے چاند کو نہیں دیکھتے؟ (الگ

الگ)ابو زرینؓ نے کہا کیوں نہیں؟ آپؐ نے فرمایا بلاشبہ چاند بھی تو اللہ کی مخلوق ہے اور اللہ تعالی بہت بلند بہت عظمت والا ہے ۔اس حدیث کے سوال و جواب میں محسوس کیا جاسکتا ہے کہ گفتگو دنیا میں دیدار کے متعلق ہوی ہے ۔''**کیا ہم سب الگ الگ اپنے پروردگار کو دیکھ سکیں گے؟اس پر اللہ کے رسول ﷺ کا فرمانا کیوں نہیں" صاف بات ہے کہ دیدار عام کیا جائے گا جو اس کا طالب ہوگا**۔جیسے چاند کی گواہی ایک شخص پر نہیں ہے بلکہ کئی لوگوں کا گواہ ہونا ہی گواہ ہے ۔اسی طرح سب کوا لگ الگ دیدار کو ہونے پر اللہ رسول ﷺ نے یقین دلایا ہے ۔سو مہدی موعود تابع رسول ﷺ نے طلب دیدار کی عام دعوت دی ہے کہ جس میں قابلیت واستطاعت ہو کوشش کرے سورہ الاعراف سورہ یوسف اور اسراء کی سورتیں ہیں بعد میں اس کی وضاحت مدنی سورۂ الرعد جس کا نزول 96 میں ہوئی ہے الٓمّٓرٰ مجھے دیکھو جو ترتیب میں 13 ویں مقام پر ہے جو سورۂ یوسف 12 کے بعد ہے کہ جس میں 'دیدار' کی بات ہے ۔یہاں کلام اللہ کے بیان کے تسلسل اور واقعات کی کڑی در کڑی جوڑتے چلے جائیں تو معلوم ہوگا کہ جو بات حضرت موسیٰ یا دوسرے انبیا کے دور میں ناممکن تھی وہ حضور ﷺ کے دور میں ممکن ہوئی ہے اور آگے خلیفتہ اللہ مہدیؑ کے زمانہ میں اللہ کے عاشقوں کے لئے بھی ممکن ہوئی ہے ۔یہی بات حضور ﷺ اور ان کے تابع کے ساتھ ہوئی:**قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓ اِلَى اللّٰهِ قف عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ** ''کہد واے محمدؐ بلاتا ہوں دیدار کے راستے پر اور وہ بھی بلاے گا جو میرا تابع ہے ۔یہاں اَنَا تاکید ہے (کہ جیسا میں ہوں ویسا میری اتباع کرنے والا)اور وَمَنِ اتَّبَعَنِي مضمر پر عطف ہے مضمر کسی پوشیدہ 'مخفی' دل میں رکھے جانے کو کہتے ہیں یہاں رسولؐ کی اتباع کرنے والا اُس وقت پوشیدہ اور مخفی تھا وہ کوئی عام اُمتی نہیں ۔اور عطف کہتے ہیں پھیرنے اور موڑنے کو کسی کلمے یا کلام کی طرف پھیرنا وہ حرف جو دو لفظوں کلموں (یا شخصوں) کو ملائے ۔کیا کوئی عام اُمتی حضورؐ کے ساتھ ملنے یا برابری کرنے کا سوچ سکتا ہے ۔اگر ایسا ہوتا تو صحابہؓ رسول ﷺ پہلے تابع کہلائے جائیں گے' جبکہ نہ اللہ کے رسولؐ نے ایسی کوئی بات کہی اور نہ صحابہ رضوان اللہ علیہ اجمعین نے ایسے کسی ارادے کا اظہار فرمایا تو پھر کیسے وہ لوگ اُن صحابہؓ پر سبقت لے جائیں گے جن میں کئی ایک کو اللہ کے رسولؐ نے عشرہ مبشر قرار دیا ۔اس سے معلوم ہوا کہ تابع رسول ﷺ خاص ہے عام نہیں وہ وہی ہے جو قرآن کے مطابق اِمامًا ..... مِن ذُرِّيَتِي ہو اللہ کے رسول ﷺ نے جس پر **المهدى منى يخفو اثرى و لا يخطى** ہونا قطعی قرار دیا ہو ۔مَنِ اتَّبَعَنِي میرا تابع کی یہاں جو خصوصیت مہدیؑ موعود آخر الزماں سے ہے ایسی خصوصیت ابن جریرؒ نے ابن ضحاک کے طریق پر اللہ کے فرمان **ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ** (بقرہ۱۹۹)پھر تم لوٹو جہاں سے لوگ لوٹیں ۔ کے تحت حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ یہاں '' النَّاس ''سے مرا د ابراہیم علیہ السلام لی ہے ۔الناس کے معنی لوگ ہیں مگر یہاں حضرت ابن عباسؓ نے اسے مخصوص حضرت ابراہیم کی طرف سمجھایا ہے ۔مگر سعید بن جبیرؒ نے اس کی قرآت ''النَّاسِي '' کی ہے اور کتاب المستحب میں اسی قرآت پر '' آدم'' مراد لیا گیا ہے ۔کیونکہ خدائے تعالی نے آدم کے بارے میں فرمایا ہے فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا وہ بھول گیا اور ہم نے نہ پایا اس میں پختہ ارادہ (۱۵طٰہٰ)اور اسی طرح فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ تو آواز دی اس کو فرشتہ نے جب وہ حجرے میں کھڑے ہوے نماز پڑھ رہے تھے (عمران ۳۹) یہاں بھی ملائکہ سے مراد خاص فرشتہ جبرئیل مراد ہیں ۔ان آیات میں النَّاس سے ابراہیمؑ النَّاسِي سے آدمؑ اور الْمَلٰٓئِكَةُ جو جمع میں ہے اس سے جبرائیل جس طرح مراد لئے گئے ہیں بالکل اسی طرح سورہ یوسف کی ۱۰۸ آیت میں '' مَنِ اتَّبَعَنِي ' سے مراد مہدی موعود آخر الزماں ہیں ۔ اور لَنْ دعا کے لئے بھی آتا ہے ۔اگر ایسا ہوتا تو ہمیشہ کے لئے لَا تَرَانِيْ کہہ دیا جاتا ۔جیسا کہ لَو جس جگہ بھی آیا ہے اس کے معنی ہیں یہ بات کبھی نہ ہوگی قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ ۔اگر(لَوْ)تم مالک ہوتے میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے تو تم 'بند کردیتے' ۔اور جس سورۂ یوسف 53 ویں نزول میں اللہ تعالی نے بصیرت یا دیدار کی بات کی ہے اس کے بعد سورہ السجدہ نزول 75 میں فرماتا ہے کہ:**فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ج جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ** (سجدہ۱۷)پس نہیں جانتا کوئی شخص جو (نعمتیں)چھپا کر رکھی گئی ہیں ان کے لئے جن سے آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی اُس میں ہر روز ان کے پاس تحفہ آتا ہے ۔یہ معنی حضرت ابن عباسؓ نے لئے ہیں ۔یہاں آنکھوں کا ٹھنڈی ہونا اور ہر روز تحفہ کا آنا کیا ''دیدار'' کے ہونے کی طرف اشارہ نہیں ہے؟ ۔اب ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے یہاں جو شعور و لاشعور میں ذکر اللہ اور دیدار کی حقیقت کی سوچ ہے اس میں بلا کی خامیاں اور عملی کوتاہیاں داخل کرلی گئی ہیں ۔حضرت بندگی میاں سید نجی خاتم مرشدؓ نے سلطان الیل اور سلطان النہار کے

ذکر کا جو ذکر کیا ہے وہ کاسبوں کے لئے ہے فقراء و تارک الدنیا کے لئے نہیں ہے۔ اگر کسی کو دیدار مطلوب ہے تو حضرت میراں علیہ السلام نے جو فرائض ولایت کی تعلیم و تربیت دی ہے انہیں شرطوں پر یقینی اور ممکن ہے۔ اگر کوئی ان کی پابندی اور ترک دنیا نہ کر کے متاع دنیا میں ملوث ہو کر یہ دعوی کرے کہ میں دیدار کا طالب ہوں وہ شخص کاذب ہے۔ کیونکہ ایسی ہی شرط اہل کتاب یا اہل قرآن کو اللہ تعالی نے قرآن میں بتائی ہے۔ کہو کہ اہل کتاب تم تورات و انجیل کو اور جو (کتابیں) تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل کی گئی ہیں ان کو قایم نہ رکھو گے (تم) کچھ بھی راہ خدا پر نہیں ہوسکتے۔ اور یہ قرآن جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تم(ﷺ) پر نازل ہوا ہے اس سے ان میں سے اکثر کی سر کشی بڑھے گی اور کفر بڑھے گا تو تم (ﷺ) قوم کفار پر افسوس نہ کرو۔(المایدہ)

حضرت نوحؑ کے زمانے کے لوگوں نے آپؑ کا مذاق اُڑایا کہ ایک پہاڑ پر کشتی بنا رہے ہو کیا یہاں تک پانی آئے گا؟ یہ تو دیوانہ پن ہے جبکہ اللہ تعالی نے اس بات کو سچ کر دکھایا۔ حضرت لوطؑ ھودؑو صالحؑ کی قوموں نے مذاق اُڑایا کہ تمہارا خدا ہم پر کیسے عذاب نازل کرے گا جب کہ ہم اتنے قوی اور طاقت ور ہیں جب کہ آندھی پتھروں کی بارش کا عذاب آگیا، نمرود اور اس کی قوم نے حضرت ابراہیمؑ کی باتوں کا تمسخر کیا مذاق اُڑایا جبکہ انہوں نے دیکھا کہ حضرت ابراہیمؑ آگ سے صحیح وسلامت باہر نکل آئے اللہ کی قدرت سے ایسے ہی معاملات حضرت موسیؑ سلیمانؑ اور حضرت عیسیؑ کے ساتھ ہوئے کہ لوگ ہکا بکا اور حیران و ششدر رہ گئے، حضورﷺ کے ساتھ بھی کفار و مشرکین نے تمسخر و مذاق کیا دنیا نے دیکھا کہ حضور نبی کریمﷺ کی اُمت شان بے نیازی کے ساتھ دنیا پر غالب ہوگئی اور آٹھ صدیوں تک دنیا پر قابض رہی اور قرآن اور شریعت محمدی کا ڈنکا بجتا رہا اور آج بھی دنیا کی چالیس فیصد آبادی اُمت محمد سے وابستہ ہے اور جو لوگ معراج کی حقیقت کا انکار کیا کرتے تھے وہ خود آسمانوں کی سیر کرنے اور دوسرے سیاروں ستاروں پر انسانی آبادی بسانے کے منصوبے بنا رہے ہیں جو کہ آج سے پہلے ناممکن تصور کیا جاتا تھا۔ دیدار کی حقیقت اسی طرح ہے جو قرآن و حدیث کی روشنی میں تابع محمدﷺ کی تعلیم اور تربیت کے ذریعہ اسے ناممکن قرار دیتے ہیں وہی آہستہ آہستہ اس پر غور کرنے لگیں گے مگر ان کے لئے دیر ہو چکی ہوگی جب قیامت برپا ہو جائے گی قرآن میں یہی بات بتائی گئی ہے کہ روز محشر سے پہلے اللہ تعالی کی قدرت کی عظمت کا اعتراف کرلو ورنہ یہ موقع ملنے والا نہیں کہ اگر دیدار نصیب نہیں ہوگا تو اتنا تو ہوگا کہ اس کا یقین حاصل کرنے کے ثواب میں ممکن ہے مغفرت ہو جائے کہ ہم بھی ''طلب دیدار'' کی متمنی تھے۔

کچھ باتیں فی الفور سمجھ میں نہیں آتیں یا علم سے یا تجربہ سے یا پھر زمانہ کی گردش ان باتوں کے ثبوت فراہم کرتی ہے۔ واقعہ معراج پر آج ہر مسلمان کا ایمان و یقین ہے۔ مگر قرآن میں اس پر مختصر بیان ہوا ہے اور احادیث میں اس کی وضاحت ہوئی ہے اس کے بعد علمائے حق نے اس پر کئی وجوہ سے کلام کیا ہے جب جاکر ہم اس کی حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں۔ اگر خدانخواستہ ہم اُس دور میں ہوتے اس واقعہ کا کیا ہم یوں ہی یقین کر لیتے؟ جس طرح آج ہر بات کو عقل علم و دانش کی بنیاد پر پرکھا اور دیکھا جا رہا ہے۔ وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى قسم ہے اس (تابندہ) ستارے کی جب وہ نیچے اترا۔ اس کے معنوں میں تمام روایتیں ستارہ ثریا سے متعلق ہیں۔ مگر! حضورﷺ نے فرمایا: بے شک میں نے روشن ستارے کے رب سے سفر کیا جب وہ نیچے اُترا۔ نبی کریمؐ نے صرف ستارہ کہا ہے۔ مفسرین کا اندازہ ثریا سے متعلق ہے کیونکہ اس زمانہ میں انسانیت محض معدودے چند ستاروں یا سیاروں کے متعلق علم رکھتی تھی زمانے کی ترقی کے ساتھ معلومات میں ترقی ہوتی گئی۔ یہاں اللہ کے رسول کا فرمانا کہ ''میں نے روشن ستارے کے رب کی طرف سفر کیا جب وہ نیچے اترا'' بتا رہا ہے کہ سفر معراج میں حضورﷺ ایک ایسے ستارے سے گزرے یا وہ ستارہ آپؐ کے استقبال کے لئے نیچے اترا تھا۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ: رسول اللہؐ نے ہمیں نماز پڑھائی، اور سورہ نجم پڑھی اور ہمارے ساتھ سجدہ کیا اور آپؐ نے سجدہ کو خوب لمبا کیا۔ اس سے واضح ہو رہا ہے کہ نبی کریمؐ ایک ستارے سے گزرے تھے اور وہ ستارہ آپؐ کے اسقبال کے لئے نیچے اترا تھا، جب بعد میں کسی وقت حضورﷺ صحابہؓ کو نماز پڑھاتے ہوئے سورہ النجم کی تلاوت کے بعد جو سجدہ کرتے ہیں وہ سجدہ لمبا یا طویل تھا، اس کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ آپؐ کے سامنے وہ منظر تھا جب اس ستارے سے گزر کر اللہ کے حضور پہنچے تھے۔ ۲۰۱۹ء مارچ کے مہینے میں ایک خبر اخباروں کی سرخیاں بن گئی کہ سائنس دانوں نے آسمانوں میں اس اندھیرے جھرمٹ والے غار Black

Hole کی تصویر لی ہے کہ جس کے اندر اتنی توانائی اور کشش ہوتی ہے کہ جس میں کئی ستارے غرق ہو جاتے ہیں اور کہکشاں کی کہکشاں کو یہ غار نگل لیتا ہے ۔تو کچھ مسلمانوں نے اس غار نما ستارے کو معراج والے واقعہ کے اس بیری کے پھل سے تعبیر دی جو روایتوں میں آیا ہے ۔مگر یہ تصویر اصل میں تصویر نہیں ہے بلکہ یہ ایک ایسا ڈیٹا (جزیات) ہے جو دنیا کے کئی ممالک میں نصب کئے گئے الیکٹرانک ٹیلیسکوپ کو اکھٹا کر کے تصویر کی شکل دی گئی ہے ۔ایسا نہیں کے کیمرہ اُٹھایا تصویر لے لی' بلکہ یوں سمجھیں کے دنیا کے مختلف مقامات سے ٹکڑے ٹکڑے جمع کر کے ایک تصویر کی تشکیل ہوئی ہے جسے انگریزی میں پزل Puzzle کہتے ہیں ۔بہر حال بات کچھ بھی ہو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے جس ستارہ کے ذریعہ آسمانوں کا سفر اختیار کئے یا اُس ستارے نے آپ کا استقبال کیا وہ حقیقت تھی جو چودہ صدیوں بعد مسلمانوں نے نہ صحیح کسی نے تو ثابت کی ۔معلوم یہ ہوا کہ خدا کو دیکھنے یا دکھانے بصیرت یا بصارت اور دیدار کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے ۔بات جن کے سمجھ میں آئے وہ حقیقت آشنا ہوتے ہیں جن کو سمجھ نہیں آتی وہ انکار کر دیتے ہیں ۔حق کی حقیقت کے انکار کی شرست انسانوں نے ابلیس سے پائی ہے' کیونکہ اولادِ آدمؑ سے پہلے جنات زمین پر رہتے آئے ہیں جن کا پیشوا ابلیس ہے اس حقیقت کو نہیں نظر انداز کرنا چاہئے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت نبوت کے بعد آپؐ کے دس گیارہ برس انتہائی مشکل ترین کٹھن اور صبر آزمائشی رہے۔سب سے پہلے آپؐ کو معلوم ہی نہیں تھا کہ آپ ﷺ پیغمبر آخرالزماں ہیں یا کہلائے جانے والے ہیں کہ آپؐ ایک پاکیزہ اور مطہرہ زندگی گزار رہے تھے کہ اچانک مکہ سے دور غارِ حرا کی تنہائیوں میں جبرئیلؑ ظاہر ہو کر کہتے ہیں کہ خدا کا نام لے کر پڑھئے ' پہلے تو آپؐ کو معلوم ہی نہیں ہوا کہ کیا پڑھایا جا رہا ہے کیوں پڑھایا جا رہا ہے اور حضرت جبرئیل امین نے آ کر یہ نہیں کہا کہ آپؐ اللہ کے نبی رسول یا پیغمبر ہو بلکہ آ کر پڑھنے کو کہا ایسے حالات میں ایک قوی احساس و ہمت رکھنے والے بھی کچھ وقت کے لئے زیر و زبر ہو جاتے ہیں ۔اور آپ کو معلوم بھی نہیں تھا کہ نبوت یا پیغمبری کے اوصاف و اسباب کیا ہیں چونکہ آپؐ اُمی تھے ۔اس طرح جب آپؐ کو سورہ العلق اور سورہ قلم کے نزول کے بعد سورہ مزمل اور سورہ مدثر کے ذریعہ حکم دیا جاتا ہے کہ کفار مشرکین و اہل کتاب کو دعوت دین اسلام دیں ۔یہاں مخالفت کا ایک رخ تو کفار و مشرکین سے تھا ہی ! لیکن دوسری طرف اہل کتاب بھی تھے جن کے پاس آسمانی صحایف توریت زبور و انجیل تھیں یعنی مقابلہ دو طرفہ تھا ایک گروہ کو شرک و بت پرستی سے روکنا اور معبودِ برحق اللہ کی طرف دعوت دینا دوسری طرف اہل کتاب جو انتظار کر رہے تھے کہ ایک آخری نبی پیغمبر انہیں بنی اسرائیل میں ہی آئے گا چونکہ وہ آلِ اسمٰعیل کو بنی اسرائیل نہیں مانتے تھے اس لئے کہ حضرت اسمٰعیل کی والدہ حضرت حاجرہ تھیں جن کے تعلق سے یہود و نصاریٰ میں تعصب اور حقارت تھی ۔وہ کیسے مان لیتے کہ بنی اسمٰعیل میں نبوت و پیغمبری دی جائے' اور اس پر انہیں عالم فاضل اور خدا کے برگزیدہ ہونے کا بھرم تھا اور محمد ﷺ اُمی بھی تھے یہ تمام حالات حضور ﷺ کے لئے ناموافق تھے سو اسی کا نتیجہ تھا کہ نبوت کے ابتدائی چھ سات برس بڑے ہی دلسوز کٹھن رہے اور اس دوران چھوٹی چھوٹی سورتیں مختصر آیات والی نازل ہوتی رہیں اور اس میں بھی کفر و شرک پر عذاب اور جہنم کی وعید سنائی جا رہی تھی اس طرح کفار و مشرکین کا مخالف ہونا فطری تھا اہل کتاب اپنے علم اور خاندانی برتری کو آلِ ہاشم یا اہل قریش کے کمتر ہونا یا دینی معاملات میں ان کے زیر نگیں ہونے کی شرمندگی کیسے برداشت کر لیتے اور ہوا بھی وہی اور بڑی شدت سے مخالفت کی گئی' اور آپ کی خاندانی شرافت کے لحاظ سے تو مخالفت میں نرمی کی گئی اور توقف کیا گیا لیکن اُن غریب اور نادار صحابہؓ جو سابقون الاولون میں سے تھے ان کی زندگیاں عذاب بنا دی گئیں انہیں مجبوراً حبشہ ہجرت کرنا پڑا ایک نہیں دو دو بار وہاں بھی مشرکین نے پریشانیاں پیدا کرنے کی کوشش کی اور قریش کا درہ ابی طالب میں معاشرتی مقاطعہ کی تنگدستی طایف کے سفر میں صرف مخالفت ہی نہیں ذہنی و جسمانی اذیت کا دیا جانا ۔ایسے ہی نامساعدہ حالات میں ان دس گیارہ برسوں میں صرف قرآن کی 22 چھوٹی سورتیں نازل ہوتی ہیں ۔اندازہ لگائیں کہ گیارہ برس میں 22 سورتیں یعنی ایک برس میں دو سورۃ کیسے صبر آزما لمحات ہونگے اور درمیانی واسطہ حضرت جبرئیلؑ تھے اور وہ بھی صرف حضور ﷺ کے پاس آتے انہیں ہی دکھائی دیتے کفار و مشرکین کو اس بات اور اہل کتاب کو کیسے یقین دلایا جاتا ہوگا کہ میرے پاس اللہ کے احکام آ رہے ہیں اور ان نو مسلموں کی تشفی بھی ضروری تھی جو ان گیارہ برسوں میں جو صرف 40 ہی ایمان لائے تھے حضرت عمرؓ کو ملا کر بھی ۔یقین و ایمان کا سارا دار و مدار قرآن کی

آیتوں پر تھا جو کہ اہل عرب میں اس طرح کا کلام پہلے نہیں سنا گیا تھا اور جبرئیل کی پیغام رسانیوں پر تھا۔ ایسے میں نبوت کے گیارہ برس بعد اچانک ایک صبح آپ ﷺ کو معراج ہوتی ہے اہل ایمان تو یقین کر لیتے ہیں کفار و مشرکین کو مخالفت ہی کرنا تھا کچھ نو مسلم مرتد بھی ہو جاتے ہیں اور اہل کتاب کو کیسے یقین آ سکتا تھا کہ محمد ﷺ نے لمحہ بھر میں آسمانوں کی سیر بھی کر لی جنت جہنم فرشتے ملایکہ سب دیکھا اور سب سے بڑھ کر عرش پر اللہ تعالی سے ملاقات کی کلام کیا اور دیدار بھی کیا کیونکہ یہود و نصاری کے مطابق ایسا کوئی معاملہ اگلے انبیاء نے بیان نہیں کیا تھا سوائے موسیٰ کے وہ بھی حضرت موسیٰ کو زمین میں طور پر بلا کر کلام کیا اہل کتاب کیسے یقین کر لیتے؟ جو معاملہ تاریخ انسانیت میں کبھی نہیں رونما ہوا وہ اُمی محمد ﷺ کے ساتھ ہو جائے جو کہ آل اسمٰعیل سے تھے ان یہود و نصاری کے لئے قابل قبول بات نہیں تھی۔ صرف شہر مکہ سے بیت المقدس کے سفر کی جو نشانیاں اور شواہد حضور ﷺ نے پیش کئے وہ اہل قریش کو یقین دلانے پر مجبور کر رہی تھیں کہ محمد ﷺ تو کبھی یروشلم یا فلسطین نہیں گئے اور نہ ان مقامات اور نشانیوں کو دیکھا جو یہ بیان کرتے ہیں اور ایک قافلے کے تمام احوال و کیفیات اور اس سفر کے مقام کا بتایا جانا اور اس قافلے کا آ کر اس بات کو حق ماننا ایسی باتیں تھیں جو یقین کرنے پر مجبور کر رہی تھیں۔ معراج کے بعد سورہ نجم نزول 23 میں اللہ تعالی کا اقرار کے کلمات اُتارنا کہ ہاں محمد ﷺ آسمانوں پر سفر کرائے گئے ایک تحریک اعتماد اور انقلاب پیدا کر دیتا ہے سورۃ العلق 1 نزول سے الاخلاص تک 22 سورہ اور 321 آیات ہی نازل ہوئیں جبکہ سورہ القلم اور سورہ مدثر میں زیادہ آیات تھیں 52 اور 56۔ لیکن سورۃ النجم 23 نزول میں 62 آیات نازل ہوئیں اس کے بعد سورہ بنی اسرائیل کہ جس کے نزول 50 میں معراج کے واقعہ کا تفصیل سے اللہ تعالی نے ذکر کیا اور حضور ﷺ نے اس کے بعد بڑی طویل احادیث و روایات بتائیں اس سورہ میں 111 آیات نازل ہوئیں اس طرح یہیں سے اللہ کے احکام کے نزول کا رخ بدل گیا سورہ بنی اسرائیل تک 1683 آیات نازل ہو گئیں یعنی چار گنا زیادہ احکام پے بہ پے نازل ہونے لگے۔ سورۃ النجم میں صرف کہا گیا کہ معراج ہوئی اور نماز کا حکم ہوا اُمت کو اور سورہ اسراء میں نہ صرف معراج کا تفصیلی بیان ہوا بلکہ حضور نبی کریم ﷺ پر نماز تہجد بھی فرض کی گی۔ ان گیارہ برسوں تک واسطہ حضرت جبرئیل امینؑ کا تھا اس کے بعد منظر نامہ بدل گیا حضور ﷺ کا یقین و اعتماد بڑھ گیا اب جو بھی معاملہ بیان کرتے منظر آنکھوں کے سامنے ہوتا کچھ دیکھ کر آئے تھے کچھ دکھایا جاتا حجابات ہٹا دیے گئے۔ بعثت نبوت سے معراج کے واقعہ کے بیان تک 50 سورہ نازل ہو گئے اس کے بعد صرف ڈیڑھ برس میں مزید 36 سورہ نازل ہوئے جن میں زیادہ آیات یا احکام تھے کیونکہ دور نبوت مکہ کے 13 برس میں کل 86 سورہ نازل ہوئے۔ اس طرح معراج کو نبوت کی شاہراہ کا سنگ میل یا ٹرننگ پوائینٹ کہا جا سکتا ہے۔ حضرت موسیٰ زمین پر مقام طور پر جا کر اللہ سے کلام کرتے ہیں جہاں ایک پیڑ سے روشنی پھوٹ رہی تھی حضور ﷺ عرش پر جا کر اللہ سے کلام کرتے ہیں دیدار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ میرے سامنے تھا جس کی ٹھنڈک میں نے محسوس کی اور عرش پر ہی 5 نمازیں دی گئیں اور سورہ بقرہ کی آخری تین آیات عرش پر وحی کی گئیں۔ اور مطابقت یا مطابعت دیکھیں تابع رسول ﷺ مہدی موعود آخر الزماں کی کہ 13 برس تک خطہ ہند میں ہجرت کرتے ہیں اور 14 ویں برس مکہ مکرمہ میں دعوی مہدی کرتے ہیں۔ اس کے بعد دعوت ”طلب دیدار“ فرض قرار دیتے ہیں موسیٰ دیدار کی خواہش کرتے ہیں قبول نہیں کی جاتی مگر بغیر خواہش کے حضور محمد نبی کریم ﷺ کو عطا کیا جاتا ہے۔ موسیٰ طور پر جاتے ہیں نبوت عطا ہوتی ہے حضور ﷺ حرا میں بیٹھے ہیں نبوت عطا ہو جاتی ہے۔ اگر انسان قیامت تک یہ سوچتا رہے کہ ابلیس اور کفر و شرک کو کیوں پیدا کیا گیا تو ایک ہی جواب حاصل ہوگا وہ ہے ”انسان بندہ یا اولاد آدم کو آزمایا جانا“ یا اولاد آدم کی آزمائش مطلوب ہے کہ وہ جنت میں یا قربت خداندی میں رہنے کے قابل ہے کہ نہیں ہے؟ انسان معرفت الٰہی حاصل کرتا ہے کہ نہیں اگر انسان دنیا میں خود کو اس قابل بنا لے کہ وہ معرفت الٰہی حاصل کرنے کا اہل ہے تو اُس کی پیدائش کا مقصد پورا ہو گیا اور اس معرفت الٰہی کی انتہاء ”طلب دیدار“ میں ہے کہ ”**جو دنیا میں اندھا وہ آخرت میں اندھا**“ نہ فرشتوں نے نہ دوسری مخلوق نے اللہ کو دیکھنے کی طلب کی ہے! خواہش رہی ہوگی! خواہش الگ بات ہے طلب کرنا الگ بات ہے طلب کرنا معنی کوشش کرنا۔ یہی بات حدیث قدسی میں **لو لاک لما خلقت الافلاک** یہ تمام کائنات اور عالم صدقہ ہے وجود محمد ﷺ کا۔ اللہ تعالی کی محمد ﷺ کے تئیں محبت دیکھیں تمام سوغاتیں مکہ میں ہی عطا کر دی سورۃ الانبیا نزول 73 کی 107 ویں آیت میں کہا کہ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ اے اللہ کے رسول (محمد ﷺ) ہم نے آپ کو تمام عالموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا

ہے ۔صرف دنیا کے لئے اور انسانوں کے لئے نہیں یہاں پر حدیث قدسی کا بیان مکمل اللہ کے بیان سے ہم آہنگ ہو گیا ہے ۔

حدیث جبرئیل میں غور کریں تو ایک بات صاف بیان ہوئی ہے وہ احسان کے مفہوم میں ''اللہ کو دیکھ کر عبادت کرو یا یہ یقین رکھو کہ اللہ دیکھ رہا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کو دیکھ کر عبادت کرنا ہی احسان یا دیدار) نہیں ہے' بلکہ اللہ تعالیٰ کا کسی بندے کو خاص توجہ سے دیکھنا بھی احسان (دیدار) کے معنوں میں اس حدیث میں بیان ہوا ہے اور حدیث جبرئیل مدینے میں میں نبوت کے آخری ایام میں نازل ہوئی جبکہ اس بات کو مکہ مکرمہ میں معراج کے واقعہ اور بیان کے بالکل بعد ''دیدار'' کی حقیقت کو سورۃ الانعام نزول 55 میں بیان کر دیا **لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ** نہیں گھیر سکتیں اُسے نظریں اور وہ گھیرے ہوئے سب نظروں کو اور وہ بڑا باریک بین (اور) پوری طرح باخبر ہے ۔یہی بات حدیث جبرئیل میں ہے کہ ''تو اللہ کی عبادت اس طرح کر کے گویا اللہ کو دیکھ رہا ہے یا اتنا جان کہ اللہ تجھے دیکھ رہا ہے **نہیں گھیر سکتیں اُسے نگاہیں وہ نگاہوں کو گھیرے ہوئے** ہے ۔ان دونوں بیانوں میں فرق ہی نہیں ہے ۔اب اس کے بعد مزید صاف اور واضح انداز میں کہا گیا کہ **''بیشک آئیں تمہارے پاس آنکھیں کھولنے والی دلیلیں (بینہ) اپنے رب کی طرف سے تو جس نے آنکھوں سے دیکھا اُس نے اپنا فایدہ کیا اور جو اندھا بنا رہا تو اُس نے نقصان کیا اور نہیں میں تم پر نگہبان ۔اور اسی طرح ہم طرح طرح سے بیان کرتے ہیں دلیلوں کو تا کہ بول اُٹھیں یہ لوگ کہ آپ نے خوب پڑھ کر سنایا ہے اور تا کہ واضح کر دیں اس کو اس قوم کے لئے جو علم رکھتی** ہے ۔ بیشک آئیں گی تمہارے پاس آنکھیں کھولنے والی دلیلیں اپنے رب کی طرف سے یہاں غور کریں قرآن نازل کیا جا رہا ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا یہ کہنا کہ ''بیشک آئیں گی تمہارے پاس آنکھیں کھولنے والی دلیلیں اپنے رب کی طرف سے'' یعنی بعد کسی زمانے میں (نویں صدی ہجری میں) آنکھیں کھولنے والی دلیل ,بینہ یعنی اللہ کا خلیفہ طلب دیدار کا بیان کریگا بغیر شک کے یعنی اس میں کوئی شک ہی نہیں ہے ۔اور جس نے دیدار کیا یا طلب دیدار کو حق جانا اُس نے گویا اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنا فایدہ کیا اور جو اندھا بنا رہا یا انکار کیا اس نے (اپنا) نقصان کیا اس بات کی ذمہ داری نہ اللہ کے رسول ﷺ پر ہے نہ تابع تام رسولؑ پر کہ انہوں حقیقی پیغام پہنچا دیا ۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا یہ کہنا کہ ''**تا کہ واضح کر دیں اس کو اُس قوم کے لئے جو علم رکھتی** ہے یعنی ایک قوم ہوگی اس کا علم حاصل کرے گی اپنے ہادی و مہدیؑ سے اور وہ قوم اس وضاحت کو خوب سمجھے گی ۔**یہاں قوم کا لفظ استعمال ہوا ہے اُمت کا نہیں** ۔یعنی تمام اُمت اس بات کا یقین نہیں کریگی بلکہ قوم موعودہ جو مہدی موعود کی قوم ہے وہ اس بات کا یعنی طلب دیدار کا علم حاصل کرے گی ۔اس ترتیب پر غور کریں سورہ نجم 23 اور سورہ بنی اسرائیل 50 کے نزول میں معراج میں اللہ کے رسول ﷺ کو بلانے کلام کرنے دیدار کرانے کا بیان ہوتا ہے اس کے بعد نزول کی 55 ویں سورہ الانعام کی 103 آیات اور اس کے بعد وضاحت سے بیان ہوتا ہے کہ بعد میں کسی وقت (نویں صدی میں جیسا کہ حضور ﷺ نے کہا) نگاہیں نہ گھیرنے بلکہ نگاہوں کو گھیر لینے کا بیان کرتے ہوئے بتایا جاتا ہے کہ ایک دلیل (بینہ) کو اپنے رب کی طرف سے بھیجا جائے گا جس نے اس کی تعلیمات کی تصدیق کی اُس نے اپنا فایدہ کیا اور جس نے انکار کیا وہ گویا اندھا ہے ۔مگر جو قوم اُس کی تصدیق کریگی وہ اس دیدار کا علم حاصل کریگی اور دیدار بھی ۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے سورہ الرعد اور سورہ الرحمٰن میں دیدار کی تفصیل کے ساتھ سورہ رحمٰن میں اس مبین کلام اللہ کے بھیجے جانے کا بھی ذکر کیا اور آخر میں حضرت جبرئیلؑ امین اور حضور سرور کائنات محمد مصطفیٰ ﷺ کے ذریعہ اس بات کو واضح کر دیا ۔حدیث جبرئیل کی گفتگو کے بعد حضور ﷺ نے صحابہ کو کہا کہ یہ حضرت جبرئیل تھے جو تمہیں دین سکھانے آئے تھے یعنی دین وہ نہیں جو صرف ظاہری اعمال ہیں بلکہ اصل دین معرفت الٰہی کا علم ہے جس کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل کرے یا دوسرے معنوں میں ''طلب دیدار'' ہے ۔

جیسے کہا گیا ہے کہ حدیث جبرئیل /حدیث احسان حضور ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے 81 دن پہلے بیان ہوئی ۔حالات و واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حجۃ الوداع سے لوٹ آنے کے بعد بیان ہوئی کیونکہ حجۃ الوداع 632-3-6 سنہ عیسوی میں ہوا یعنی 10 ہجری کے آخر 9 ذالحجہ کو روایتیں بتاتی ہیں کہ قرآن کے نزول کی آخری سورۃ النصر 114 جو ترتیب میں 110 پر ہے حجۃ الوداع کے موقعہ پر نازل ہوئی 18-feb/March632AD ۔اس کے بعد آپؐ مدینہ لوٹ آئے اور 3 مہینے 2 دن حیات رہے یعنی تقریباً 92/90 دن یعنی حج سے لوٹ آنے

کے 11 دن بعد حدیث احسان کا بیان ہوا ۔حجۃ الوداع کے دوران قرآن کے نزول کی آخری آیت سورہ المایدہ 3 بھی نازل ہوئی ۔اور حضور ﷺ کا وصال 632-6-8 میں بتایا گیا ہے ۔قرآن کی تکمیل ہوگئی حجۃ الوداع ہوگیا ۔کہنے کا مطلب ہے کہ جب تمام اعمال واحوال نبوت مکمل ہوگئے تو معرفت الٰہی یا حدیث احسان کا بیان ہوا ہے ۔ورنہ آخری سورہ النصر کے بعد صرف ایک آیت **اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ** کے بیان کے کیا معنی کہ جس میں حرام و حلال کے بیان کو مکمل کر دیا یعنی اس کے بعد حلال وحرام کا کوئی حکم نہیں آیا یہ ابن عباسؓ سے منقول روایت ہے ۔اور روایت میں ہے کہ اس آیت کے 81 دن تک حضور ﷺ دنیا میں رہے ۔اس آیت کے متعلق بھی حجۃ الوداع پر نازل ہونا بیان ہے بہر حال حدیث احسان اور دین کی تکمیل کا معاملہ ایک دوسرے سے جڑا ہوا یا منسلک ہے ۔

حجاب کے معنی پردہ' اوٹ' نقاب' درمیانی شئے' جس سے چیز نظر تو آئے مگر مفصل یا متشکل نہ ہو بلکہ مہمل ہو' کوئی چیز درمیان میں حائل ہو اور اصل کو دھندلا کر دے اس کا اصل معنی ہے اصل شئے کی حفاظت کے لئے درمیان میں ایک پردہ حائل کر دینا تا کہ وہ نظر آئے بھی تو ایک ذوق تجسس برقرار رہے تا کہ اس کی قدر و قیمت میں اضافہ رہے ۔دینی اصطلاح میں حجاب اللہ تعالی اور بندے کے درمیان ایمان کو کمزور کرنے والی اشیاء جیسے شرک بت پرستی کفرانا خودی گناہ معاصی کا ارتکاب اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی خلاف ورزی حجت بدعت کے علاوہ مکر وفریب دغا دھوکہ بازی کو کہا جائے گا جو بندہ اور اللہ تعالی کے درمیان حائل ہو جاتے ہیں یہ باطنی حجابات ہیں ۔ظاہری حجابات میں یہ کائنات یہ کہکشاں یہ ستارے یہ برف پوش اور سنگلاخ ہری بھی وادیوں کا سحر یہ سمندر یہ ندیاں یہ چشمے یہ چرند پرند یہ جانور یہ قوس وقزاں یہ دھوپ برسات یہ آسماں یہ دولت یہ آسایش یہ راحت یہ سکون یہ خوبصورتی سبھی حجابات ہیں ۔ان سبھی کو جاننا پہچاننا ان سے حتی المقدور گریز کر کے تقوی توکل اختیار کرنا اور ان تمام مخلوقات کو دیکھ کر خالق کی تخلیقات کی حمد و ثناء کرنا بندگی کے اعلی مقامات کی طرف رہنمائی ہے یہ اعلی عبادت بھی ہے ایمان کامل بھی یہ وہ مقام ہے جس کے لئے اللہ تعالی کہتا ہے کہ میں بندے کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ محسوس کرتا ہے بندے کے کان بنجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے بندے کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے' ان اوصاف حمیدہ کی اعلی مثال انبیاء اور اللہ کے خلفاء ہوتے ہیں ۔اسی کے تناظر میں **بینہ 'خلق الانسان 'مَنِ اتَّبعنی' مَن م بَلَغ** کے ان خطابات کو دیکھیں جو قرآن میں اللہ تعالی نے حضور نبی کریم ﷺ کے تابع تام مہدی موعودؑ کے متعلق بیان کئے ہیں ۔جسے علماء نہ سمجھتے ہیں نہ ان کی ٹھیک طرح سے وضاحت کر پاتے ہیں ۔ایسا ہر دور میں ہوا ہے ۔نصاری کی مثال دیکھیں جنہیں عیسائی کہا جاتا ہے جنہیں انجیل دی گی انہوں نے اس کے احکام اور بیانوں کو بدل دیا مگر چند ایک بیان جوں کا توں رہ گئے ۔کوئی بھی انسان بن باپ کے پیدا نہیں ہوتا جسے عربی میں "اب" کہتے ہیں اردو میں ابا ۔اللہ تعالی کو "رب" کہا جاتا ہے کیونکہ اس نے اس کائنات کو پیدا کیا ہے ۔انگریزی زبان بہت بعد میں آئی پہلے یہود ونصاری کی زبان عبرانی یونانی تھی اور جو جزیرہ عرب میں بستے تھے ان کی زبان عربی تھی قرآن کا خطاب عربی میں ہوا ۔مگر بہت بعد میں عیسائی مبلغ یوروپ پہنچے تو انہوں نے اتالوی اور انگریزی زبان میں عیسایت کی تبلیغ کی تو ترجمہ بھی انگریزی میں کیا ۔اب غلطی یہاں سے شروع کی کچھ کے کچھ معنی بیان کر دئے ذیل میں ہم اس کی مثالیں دیتے ہیں ۔

If you have seen me you have seen th Father (god) اصل میں یہ یوں تھا کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے "رب" کو دیکھا ۔اب عیسایوں نے اپنے عقیدے کی تبلیغ کرنی تھی سوانہوں نے "رب" کو "اب" بنا دیا ۔یعنی حضرت عیسیؑ کو ابن اللہ ۔ایسا اللہ کے رسول ﷺ نے بھی کہا ہے **مَنْ رَانِی فَقَدْ رَا الْحَقْ** جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا (صحیح بخاری کتاب التعبیر 6996) مگر اس حدیث کے آخر میں یہ بھی ہے جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے ۔مطلب یہ کہ نبی کریم ﷺ میں جو صفات الٰہیہ تھیں وہ حق ہیں لیکن اگر کوئی آپ ﷺ کو خدا مانے تو وہ یقینی جہنم کا مستحق ہے ۔حضرت بندگی میاں خوندمیرؓ کا یہ کہنا " کہ پھوٹ جائیں بندے کی آنکھیں جو مہدی کو دیکھا...... بھی اسی حقیقت کی مظہر ہیں یہاں بندگی میاںؓ کے درمیان سے تمام حجابات اُٹھ گئے تھے حتی کہ درمیان میں مہدی بھی نہیں تھے ۔حضور نبی کریم ﷺ جب تمام آسمانوں کی سیر کر کے رب العالمین کے حضور پہنچے تو کوئی حجاب درمیان میں نہیں تھا حتی کہ تمام خلائق اور کائنات معدوم تھے سوائے ذات واحد ولاشریک کے ۔اور بندوں کا یہ معاملہ ہے کہ وہ ہر حقیقت کا

اعتراف اپنی سمجھ اور قابلیت کے لحاظ سے کرتے ہیں ۔ جیسے کہا کہ انجیل میں کچھ باتیں حقیقی باقی رہ گئی ہیں جیسے کہ حضرت عیسیٰ کا کہنا ''بہت سارے اُمور ہیں جو میں بیان کرنا چاہتا ہوں' مگر! تم اس کی سمجھ نہیں رکھتے لیکن جب ''وہ'' حق کی روح آئے گا (محمدؐ) ''وہ'' تمہاری راہ نمائی کریگا ۔ اور ''وہ'' اپنی طرف سے کچھ نہیں کہے گا مگر! جو کچھ اُسے کہا جائیگا (اللہ تعالی کی طرف سے) اور ''وہ'' تمہیں احکام دے گا (اللہ کی جانب سے) ''وہ'' بات کریگا (اللہ تعالی کی جانب سے) اور ''وہ' اعلان کریگا (حق کا) اور ''وہ'' مجھے سرخ رو کریگا (کیونکہ تم نے اسے ابن اللہ بنا دیا تھا وہ مسیح ابن مریم کا خلاصہ کریگا) ۔ انجیل میں حضرت عیسی کا اپنے معتقدوں سے غضب ناک ہوکر یہ کہنا کہ 'اے ایمان اور یقین نہ لانے والے نسلو' کو اہل کتاب یعنی اہل قرآن کے ان ترجموں عقیدوں اور اپنے علمی دلایل سے بینہ 'مَنِ اتَّبَعَنِي' خلق الانسان 'مَنْ م بَلَغَ کی وضاحتوں اور تشریحات کو دیکھیں تو معلوم ہوجائے گا کہ انسان بندہ بنے رہنے پر تیار نہیں بلکہ وہ کچھ اور بننا چاہتا ہے ۔

سوائے مذہب اسلام کے دنیا کے ہر گروہ اور عقیدہ کا یہ حال ہے کہ آسمان پر ایک طاقت تو ہے جو گاڈیا بھگوان ہے مگر وہ انسانوں کی تعلیم اور رہبری کے لئے دُنیا میں انسان بن کر آتا رہتا ہے کبھی گوتم بدھ بن کر کبھی مہاویر بن کر کبھی اہل ہنود کے دیوی دیوتا بن کر اور آج بھی کئی انسان اسی لئے بھگوان کہلائے جاتے ہیں ۔ یہاں تک کہ یہودی جو وحدانیت کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں وہ بھی خود اپنے آپ کو بنی اسرائیل کے خدا کے بچے کہہ کر باقی تمام انسانوں کو حقیر جانتے ہیں اور عیسایوں کا حال تو معلوم ہے اللہ کے نبی حضرت عیسی ہی کو خدا کا بیٹا بنا کر دم لیا ۔ اس طرح دنیا کی ہر قوم کا خدا کبھی محدود علاقے میں کہیں ساری قوم کا خدا انسانی شکل میں آیا دکھائی دیتا ہے سوائے اسلام کے ماننے والوں کے ۔ دوسری قوم میں ہر اچھائی کرنے والے کو خدا تو مان لیتی ہیں مگر برائی کرنے والوں کو ترقی پذیری سمجھتی ہیں ۔ اسلام میں جو انسان خدائی پیغام لے کر آئے یا زمانے کی تبدیلی کے مطابق شریعت پیش کی انہیں اللہ کے نبی رسول اور اللہ کا خلیفہ مانا جاتا ہے ۔ اسلام میں شرک و بت پرستی تو نہیں ہے مگر! شخصیت پرستی کا بول بالا ہے امام حسین کے پرستار علماء کے پرستار ولیوں کے پرستار ان سبھی کے عالی شان مقبرے بنانا اسی شخصیت پرستی کی دین ہے ۔ مسلمانوں کی طرح مہدویت میں شخصیت پرستی کا رجحان نہیں رہا جس کی مثال مہدی موعودؑ کا ایک غیر آباد اور غیر معروف علاقے میں مدفن ہوجانا ۔ لیکن بعد میں دوسروں کی دیکھا دیکھی مہدویوں نے بھی آپؑ کا ایک بڑا مقبرہ بنا دیا' آگے چل کر مہدویہ کے ایک خاص گروہ میں اسی شخصیت پرستی کے اظہار کا طریقہ رایج کرنے میں خصوصی پہچان بنانا چاہتا ہے ۔ اللہ تعالی نہیں چاہتا کہ اُس کے سوا کوئی مشکل کشا یا مرادیں پوری کرنے والا یا اعلی وارفع سمجھے ۔ کیا کیا جائے مارد مارج قرین ابلیس جو کوئی ہے اللہ سے وعدہ کرکے جو آیا ہے بندوں کو گمراہ ضرور کروں گا ۔ اسی لئے مہدئ موعودؑ نے ''میں نہیں تو ہی تو'' کے ذکر کی تعلیم دی ۔ انسان لاکھ نمازیں پڑھ لے عبادتیں کرلے ذکر و تہلیل کرلے جب تک اللہ تعالی کو دل سے خالق و معبود لاشریک نہیں مانے گا اور مخلوقات کو فانی نہیں مانے گا وہ بندہ کہلانے کا مستحق نہیں ہے ۔ غور کریں حضور نبی کریم ﷺ کی زندگی معراج سے پہلے ایک نبی رسول پیغمبر مصلح مبلغ کے تھی معراج کے بعد آپ ﷺ میں ایک ظاہری و باطنی انقلاب دکھائی دیتا ہے یکا یک آپ ﷺ کے شب و روز بدل گئے آپؐ نے ہجرت کی خدا کے دشمنوں سے معرکہ کیا عبادتوں میں خشوع و خضوع میں شدت آگئی ۔ یہی بات مہدی موعودؑ تابع تام رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں دیکھنے کو ملتی ہے کہ بارہ برس کے جذبہ حق کے بعد آپؑ نے ہجرت اختیار کی ترک دنیا ترک تعلق اختیار کیا تقوی و توکل میں شدت آگئی اسی طریقے کو اختیار کرنے مصدقوں کو تعلیم دی کہ 'طلب دیدار' اختیار کرو یعنی نمازوں میں معراج کی کیفیت پیدا کرو تا کہ بندگی اوج کمال کو پہنچے ۔ حدیث قدسی ہے کہ ما وسعنی ارضی ولا سمائ بل وسعنی قلب عبد مومن میری زمین میرا آسمان میری وسعت کو نہیں پاسکتے' ہاں البتہ! میں اپنے مومن بندے کے دل میں سما جاتا ہوں ۔ جو دیدار کے منکر ہیں ان کے لئے یہ حدیث مبارک ایک مثال اور ایک تازیانہ ہے کہ ہوش میں آؤ جب قلب انسان میں خالق رہ سکتا ہے تو آنکھ سے دیکھائی دینا بھی اللہ تعالی کا اختیار ہے بندے کا قابل ہونا ایک الگ حقیقت ہے بندے کو اللہ تعالی قابل سمجھے ایک دوسری حقیقت ہے ۔ پہلی حقیقت لا الہ سمجھنے میں ہے دوسری الا اللہ روح میں سما لینے سے پیدا ہوتی ہے

ہم مہدوی مسلک احسان پر عمل کرتے ہیں معنی دیدار کو پانے کے اصولوں پر عمل کرنے والے ۔ چاروں ایمہ کے پاس جو

مسلۂ عالیت پر ہے اسے قبول کئے ہوئے ہیں جو معاملات رخصت کے ہیں وہ مہدویوں کے لئے قابل قبول نہیں ہیں ۔اس طرح ہم نہ حنفی نہ مالکی نہ شافعی نہ حنبلی نہ وہابی نہ سلافی نہ بریلوی نہ دیوبندی ہیں ہمارا مذہب مہدی موعود کے فرمان کے مطابق ''مذہب ما کتاب اللہ واتباع سنت رسول اللہ'' ہے ۔فروعی مسایل معنی جو مسایل اعمال سے ہیں ان میں ہمارے یہاں حنفیہ کا طریقہ کچھ زیادہ دکھائی دیتا ہے ۔اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ برصغیر ہند sub continant میں حنفی مسلک کا ذیادہ چلن رہا ہے اسے ارادۃً یا غیر ارادۃً اپنایا گیا ہے کیونکہ شافعی مسلک وسط ایشائی ممالک جیسے ملیشیا انڈونیشیا میں ذیادہ مقبول ہے مالکی حنبلی مصر عرب افریقی ملکوں میں مگر دنیا کی آبادی کا اسی فیصد اسلام حنفیہ طریق پر ہی ہے ۔اسلام کے دوسرے گروہوں یا فرقوں میں طریقت کے تصوف کے علم کے مدرسوں کے سلسلے اور طریقے ہیں ۔جن پر عمل کرنا نہ کرنا دوسرے مسلمانوں کے عقیدے کی بات ہے ۔جبکہ مہدویوں میں مصدقین کو مسلک احسان پر چلنے کے لئے جو اصول ہیں انہیں ''فرایض ولایت'' سے موسوم کیا گیا ہے ۔اگر دیدار کی طلب ہے تو ان فرایض پر عمل کرنا ہوگا ہمیشہ کے لے ''ترک دنیا'' کرکے ایسا نہیں کہ مرضی میں آئے تو کرلیا نہیں تو چھوڑ دیا ۔فرض معنی پابندی کے ساتھ ۔یوں سمجھیں کہ مسالک میں اصول اور احکام کی پابندیاں ہیں جن پر عمل کرنے سے تقویت ایمان اور ثواب کا امکان ہے اور نہ کرنے سے احکام شریعت کے انکار و گناہ کا اندیشہ ہے تصوف وطریقہ میں ذکر و اذکار مراقبہ و مکاشفہ کا کوئی طے شدہ پیمانہ نہیں مدرسہ و جماعتی طریقوں میں اصول پابندیوں کی شرایط نہیں جسے جو سمجھ میں آئے کرے جو چاہے اپنائے جو چاہے چھوڑ دے دوسرے معنوں میں جو دل چاہے کرے بس جماعت تحریک سے وابستگی ضروری ہے ۔جبکہ مہدویت میں شریعت کی اصول کی طریقے کی شرایط کی عمل کی خیال کی نفس کی پیروی کی حدود کی معاشرے کی سماج کی پابندی ہی نہیں !بلکہ ہر وقت اس احساس کی پابندی ہے کے اللہ دیکھ رہا ہے الخ ۔مشکواۃ المصابیح میں جلد اول حدیث نمبر 2 میں مسلم کے حوالے سے حضرت سیدنا عمرؓ سے مروی حدیث احسان ہے جو طویل ہے ہم اس کے اس مخصوص نکتہ پر توجہ دلانا چاہتے ہیں :حضرت جبرائیل اور حضور نبی کریم ﷺ کے درمیان جو سوال و جواب ہوئے ان میں 5 پانچ معاملات پر گفتگو ہوئی تھی نمبر 1) کلمہ شہادت :اللہ تعالی کے ایک ہونے اور رسول اللہ ﷺ کے آخری پیغمبر ہونے کی گواہی دینا ۔2) فرایض :نماز قایم کرنا زکواۃ دینا رمضان کے روزے رکھنا اور بہ حسب استطاعت حج کرنا 3) اعتقاد :فرشتوں کتابوں پیغمبروں آخرت اور تقدیر پر ایمان لانا ۔4) احسان :اللہ کو دیکھ کر عبادت کرنا یا یہ یقین رکھنا کہ اللہ دیکھ رہا ہے (الخ) ۔5) معاملات قیامت یا آثار قیامت ۔اس سے معلوم ہوا کہ فرایض اسلام کی طرح فرایض بندگی کا انحصار بھی 5 پانچ باتوں پر ہے ۔اگر دیکھا جائے تو اللہ تعالی نے حضور ﷺ کی نبوت کے دور کے اختتامی ایام میں امت مسلمہ کے لئے ایک مکمل اور طے شدہ منصوبہ اعمال اخلاق کا حضور حضرت جبرائیل اور صحابہؓ کے گواہی سے دیا ہے کہ ایمان کی انتہاء یا تکمیل کا کیا طریقہ کار ہے ۔اس واقعہ کے 81 دن بعد حضور ﷺ دنیا سے پردہ فرما گئے تھے (یہ مدت مسند ابو حنیفہ میں ہے) ۔یعنی معراج بندگی کی بنیاد آپ ﷺ نے پانچ باتوں پر رکھی ۔اس طرح احسان ایمان کی بنیادی ضرورت یا اعتقاد میں شامل ہے ۔اس کے گواہ حضرت جبرائیل حضور ﷺ اور سیدنا عمر فاروق اعظمؓ اور وہ صحابہؓ ہیں جو اس نشست میں موجود تھے ۔اس کا اہم پہلو حضور نبی کریم ﷺ کے یہ الفاظ خصوصی 'قال ﷺ فانہ جبرائیل اتاکم یعلمکم دینکم (راوہ مسلم) رسول ﷺ نے فرمایا: کہ یہ جبرائیل تھے وہ تمہارے پاس آئے تھے تمہیں ''دین'' سکھلائیں ۔ 22 سال کے عرصے میں قرآن و شریعت آخریں یعنی اتمام حجت ثابت ہوچکی تمام امور کو امت کو بتایا دیا گیا اس کے بعد حضور ﷺ کی زندگی کے آخری ایام میں جبرائیلؑ کا صحابہؓ اور امت کو دین سکھانے آنا کیا معنی؟ ؟ قرآن شہادت فرایض اسلام فرشتوں کتابوں پیغمبروں کے واقعات اور ایمان و تقدیر کے بیانوں سے لبریز ہے ۔صرف ''احسان'' کا بیان واضح نہیں ہے اگر ہے تو ''لقاء'' یا اشاروں کنایوں میں بیان ہوا ہے ۔مگر حدیث احسان میں اس کا خاکہ پیش کیا گیا اس سے پہلے حضور ﷺ نے مختلف موقعوں پر بتا دیا تھا کہ ''دین کو زندہ کرنے یا تازہ کرنے اللہ کا ایک خلیفہ آنے والا ہے جس کو اللہ تعالی ایک ہی رات میں تمام صلاحیتیں عطا کریگا'' ظاہر ہے جس احسان کو اتنے معتبر گواہوں کے درمیان آپؐ کے آخری ایام میں بتایا گیا اس کے خلاصہ اور تعلیم کا بھی انتظام کردیا گیا ۔اس لئے کہ منہاج اسلام یا منتہائے بندگی اور فرایض و عقاید اسلام کے ساتھ احسان ''طلب دیدار'' کی اہمیت اور ضرورت بتانا مقصود تھا ۔معلوم ہوا کہ فرایض اسلام کی طرح ''دین'' میں احسان یا اللہ کے ''دیدار'' کی طلب

''دین'' کا اہم رکن ہے ان کے لئے جو اللہ کا قرب حاصل کرنا چاہتے ہیں' کیونکہ عام مسلمان کی طلب اور ضرورت کا دائرہ جنت' حور غلماں' راحت کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ مگر جو اللہ کی طلب میں اطاعت و بندگی میں دنیا میں عالیت پر ہوتے ہیں ان کے لئے خدا کی طلب اس کا دیدار ہے' اس طرح ''دیدار'' ممکنات میں ہے۔ اس سے پہلے ہم نے لَنْ تَرَانِیْ کے بیان میں اس حقیقت پر بات کی ہے۔ آدمؑ کی پیدائش کا اوج کمال واقعہ ''معراج'' ہے جو کسی مخلوق کو حاصل نہ تھا اور ''دیدار'' تمام اُمتوں میں حضورﷺ کی اُمت کا اوج کمال ہے جو آپؐ کو اور آپؐ کے تابع تام کے طفیل سے گروہ مخصوصہ کا حصہ ہے۔ سورت الضحیٰ میں اللہ تعالیٰ حضور نبی کریمﷺ سے فرماتا ہے کہ: وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی ۴ وَ لَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی ۵ اور یقیناً ہر آنے والی گھڑی آپؐ کے لئے پہلی سے (بدرجہا) بہتر ہے۔ اور عنقریب آپ کا رب آپ کو (اتنا) عطا کریگا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ سورۃ الضحیٰ نزول کی 11 ویں سورہ ہے یعنی ابتدائے نبوت میں ہی نبی کریمﷺ کی تشفی کر دی گی کہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں باوجود تمام مشکلات کے ہر گھڑی آپ کی بہتر ہوگی۔ پہلے سے بدرجہا بہتر گھڑی اور رب کا عطا کرنا کہ محمدؐ راضی ہو جائیں ان دو باتوں کو سمجھنے کے لئے ہمیں دوبارہ سورہ نجم کی آیت 26 لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا وَ زِیَادَةٌ کی روایتوں کو پھر سے دیکھنا پڑے گا۔ بیہقی نے کتاب الرویہ میں حضرت کعب بن عجرہؓ سے روایت بیان کی کہ حضورﷺ نے فرمایا: اس آیت میں زِیَادَةٌ سے مراد رحمٰن کے چہرہ قدرت کی طرف دیکھنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سردار الانبیا بنایا' پیغمبر آخر الزماں بنایا' اپنے نام کے ساتھ آپ کا نام لینا ایمان کی بنیاد بنایا' تمام مخلوقات میں شرف عطا کیا' شافع محشر بنایا' اس طرح ہر گھڑی آپ کی پہلے سے بہتر ہوتی گی۔ اور اب اس سے اور بہتر اور اتنا (زیادہ) عطا کرنا کیا ہے کہ جس سے محمدؐ راضی ہو جائیں گے؟ یہ بات حضورﷺ نے خود بتائی ہے۔ امام ابن مردویہ اور دیلمی نے حضرت ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ: جب رسول اللہﷺ پر سورت وَالضُّحٰی نازل ہوئی تو آپؐ نے فرمایا: میرا رب مجھ پر احسان فرما رہا ہے' اور میں اس اہل ہوں کہ میرا رب مجھ پر احسان فرمائے (درمنثور جلد ۶ صفحہ ۱۰۲۲) سورۃ الضحیٰ نبوت کے ابتدائی ایام کی ہے' یہ نزول قرآن کی 11 ویں سورۃ ہے۔ یہاں حضور نبی کریمﷺ کا اللہ پر اعتماد و یقین بتا رہا ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ پر کس قدر یقین اور بھروسہ تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس بھروسہ کو نبھایا اور آپ کو معراج میں ''احسان'' سے سرفراز کیا۔ سورہ بنی اسرائیل یا جسے اسراء بھی کہتے ہیں' اس کا نزول پچاسواں 50 ہے جس میں معراج کا واقعہ تفصیل سے بیان ہوا ہے۔ اب اس کی تنزیل و ترتیب میں حکمت خداوندی دیکھیں حضور نبی کریمﷺ نے معراج میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات تفصیل سے بتائی اس کے بعد الٓـــــــــر' والی سورتیں 1 5'52'53'54'72 نازل ہوتی ہیں جس میں اللہ تعالیٰ مخلوقات پر ہر لمحہ نگاہ رکھے جانے کی بات کہتا ہے۔ مطلب یہ کہ میرے رسولﷺ نے تو مجھے دیکھا بھی اور قریب بھی ہوئے مگر ایسا نہیں کہ میں تمہیں نہیں دیکھ رہا ہوں بلکہ میں بھی تم سب سے قریب ہوں وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تم جہاں کہیں ہو ''وہ'' تمہارے ساتھ ہے یہ بات اللہ تعالیٰ نے بتائی سورۃ الحدید 57 میں جو سورہ ابراہیم 72 کے پہلے ہے جس میں کہا گیا کہ ''الف لام را یہ (عظیم الشان) کتاب ہے ہم نے اتاری ہے اسے آپ کی طرف تا کہ آپؐ نکالیں لوگوں کو (ہر قسم کی) تاریکیوں سے نور (ہدایت و عرفان) کی طرف ان کے رب کی اذن سے یعنی عزیز و حمید کے راستے کی طرف وہی اللہ جس کے ملک میں ہے جو کچھ آسمانوں میں جو کچھ زمینوں میں (ابراہیم ۱'۲) یہ وہی نور ہدایت و عرفان کا راستہ ہے جس کا ذکر سورہ یوسف کی 108 میں ہوا ہے۔ تاریکیوں سے نکالنا مطلب دنیا کی محبت اور گناہوں سے نکال کر اس کا مشاہدہ کرنا جو کچھ زمین و آسمان میں ہے۔ معلوم ہوا کہ احسان یا دیدار کا معاملہ یقین و اعتقاد کا ہے۔ بے یقینی و بے اعتقادی ''بصیرت'' کی وجہ نہیں ہو سکتی۔ قرآن مجید کی معجزاتی کرشمہ سازیاں دیکھیں نزول قرآن کے وقت پہلے معراج کے بات سورہ اسراء میں بعد میں انتباہ کیا کہ میں تمہارے سب اعمال دیکھ رہا ہوں الر والی سورتوں میں' مگر!! ترتیب قرآن میں پہلے وہ سورتیں رکھی گئیں جس میں کہا کہ میں دیکھ رہا ہوں اور میری طرف دیکھوں جو کچھ آسمان و زمین میں ہے اس میں میرا مشاہدہ کرو سورہ 10'11'12'13'14'15 ان کے بعد 17 سورہ اسراء میں معراج کے واقعات بیان کو رکھا اس طرح بندوں کی تعلیم اور تربیت کا کیسا انوکھا انداز اپنایا گیا ہے جو بعد میں آنے والے ہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں میری طرف دیکھو دونوں معاملات معراج میں واقع ہو گئے۔

اس سے پہلے ہم نے کہا تھا کہ سورۃ الاعراف جو 39 واں سورہ نازل ہوا تھا اس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ

لـن تـرانـی تو مجھے نہیں دیکھ سکتا' اس کے بعد 50 ویں نازل کردہ سورہ بنی اسرائیل جسے اسراء بھی کہتے ہیں اس میں معراج کا بیان کیا جس میں حضورﷺ کو دیدار کرایا گیا۔ اب اس کے بعد ایک ایسی ہی ترتیب سورہ نجم جو 23 واں نزول ہے اس میں اور سورہ الطّور 76 واں نزول میں دیکھیں انہیں قرآن کی ترتیب میں 52 اور 53 مقام پر رکھا گیا ہے یعنی ایک کے بعد دوسری۔ ان دونوں سورتوں میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں میں ایک مناسبت ہے وہ یہ کہ طور کا ذکر آتے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ یاد آتا ہے مگر سورہ طور میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہیں ہے صرف اس کی 1 سے 6 آیات میں لفظ طور ایک بار آیا ہے۔ اور ان سے جڑی ایک روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے ہے کہ فرمایا: اللہ کے رسولﷺ نے کوہ طور کو جنت کے پہاڑوں میں سے ایک کہا ہے۔ اب اس کے بعد والی سورہ النجم میں دیکھیں جس میں معراج رسولؐ اور اللہ سے دیدار کا بیان ہوا ہے۔ کیوں ان دونوں سورتوں کو یکجا کیا گیا ہے؟؟

پہلے سورۃ الطّور کی آیت 49 دیکھ لیں۔ جس میں کہا گیا ہے کہ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ اور آپ صبر فرمائے اپنے رب کے حکم سے پس آپؐ بلاشبہ ہماری نظروں میں ہیں (میری ہر وقت نگاہ آپ پر ہے) اور پاکی بیان کیجیے اپنے رب کی اور حمد کرتے ہوئے جب کہ آپ اُٹھتے ہیں رات کے کسی حصے میں بھی اس کی تسبیح کیجیے اور اس وقت بھی جب ستارے ڈوبتے ہیں۔ یہ سورۂ طور کی آخری آیات ہیں اس کے بالکل بعد سورہ النجم ترتیب قرآن میں 53 پر ہے۔ **اب اس آیت مبارکہ کے بیان کے پس منظر میں دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریمﷺ سے فرما رہا ہے کہ رات کے کسی حصے میں' جب آپ اٹھتے ہیں اور اُس وقت بھی جب ستارے ڈوبتے ہیں یعنی صبح صادق کے وقت اللہ کی تسبیح بیان کریں یا دوسرے معنوں میں اللہ کا ذکر کریں' معراج کا معاملہ بھی صبح صادق کے وقت پیش آیا تھا۔ یہاں اللہ تعالیٰ حضورﷺ کو بتا رہا ہے کہ جو دیدار آپؐ کو معراج کے دن ہوا تھا اس دیدار کی طلب دنیا میں ہے تو صبر کے ساتھ رہے' میں تو آپ کو دیکھ رہا ہوں انشاءاللہ آپ مجھے دیکھ پائیں گے اس کے لئے رات کو اور فجر سے پہلے میرا ذکر کیا کیجیے۔** اب اس یقین دہانی کے بعد پھر سے سورۂ النجم کو جس میں واقعہ معراج کو جو 23 ویں نزول تھی قرآن کی 53 میں ترتیب میں رکھا گیا ہے' یا اس واقعہ کو یاد دلایا جارہا ہے۔ اب سورۂ النجم میں دیکھتے ہیں۔ ''قسم ہے اس (تابندہ) ستارے کی جب وہ نیچے اترا۔ تمہارا (زندگی بھر کا) ساتھی نہ راہ حق سے بھٹکا اور نہ بہکا اور تو بولتا ہی نہیں اپنی خواہش سے' نہیں ہے یہ وحی مگر جو ان کے طرف کی جاتی ہے'' (۱ تا ۴) یہاں اہل مکہ کو بتایا گیا کہ یہ محمدؐ جو تمہارے ساتھ زندگی بھر رہے ان کو تم نے دیکھا ہے کتنے سچے اور امین تھے کیا تم ان کی ایمانداری پر یقین نہیں کرتے' جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں حق ہے وہ بھٹکے ہوئے' یا بہکے ہوئے نہیں ہیں وہ جو کچھ بول رہے ہیں وہ اللہ کے احکام اور اللہ کی مرضی سے بول رہے ہیں۔ حضرت قتادہؓ نے فرمایا کہ آپؐ اپنی خواہش سے نہیں بولتے جو وحی کی جاتی ہے (یا اللہ انہیں بتاتا ہے) وہی بتا دیتے ہیں۔ محض قرآن ہی نہیں بلکہ جو سنت اور شرع بیان کرتے ہیں وہ بھی وحی ہے' امام دارمی نے حضرت یحییٰ ابن ابی کثیر سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت جبرئیل امین سنت (احادیث وشرع) لے کر اسی طرح نازل ہوتے ہیں جس طرح قرآن لے کر نازل ہوتے ہیں كَانَ جِبْرِيلُ بِالسُّنَّةِ كَمَا يَنْزِلُ بِالْقُرْآنِ ۔ اب اس کے بعد اس سورۂ النجم کی 5 سے 18 آیات دیکھیں جو اللہ کے دیدار کے بیان میں آئی ہیں۔ ''انہیں سکھایا ہے زبردست قوتوں والے نے۔ بڑے دانا نے۔ پھر اس نے (بلندیوں کا) قصد کیا اور وہ سب سے اونچے کنارے پر تھا۔ پھر وہ قریب ہوا' اور قریب یہاں تک کہ صرف دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ پر رہ گیا۔ پس وحی کی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کی طرف جو وحی کی۔ نہ جھٹلایا دل نے جو دیکھا (چشم محمدؐ) نے کیا جھگڑتے ہو ان سے اس پر جو انہوں نے دیکھا اور انہوں نے اسے دوبارہ دیکھا سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اس کے پاس جنت الماویٰ ہے۔ جب سدرہ پر جو چھا رہا تھا چھا رہا تھا' نہ درماندہ (مجبور' نہ عاجز نہ اسے دیکھنے میں تکلیف ہوئی جس طرح موسیٰؑ کو ہوئی تھی) ہوئی چشم محمدؐ اور نہ حد ادب سے آگے بڑھی (مطلب انہوں نے حق کے علاوہ کچھ نہ دیکھا) یقیناً انہوں نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں''۔ حضرت ابن عباسؓ نے ثُمَّ دَنَا کے معنی پھر وہ اپنے رب کے قریب ہوئے لئے ہیں۔ اور فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ کے ضمن میں فرمایا آپؐ اور اس (اللہ تعالیٰ) کے درمیان دو کمانوں کی مقدار فاصلہ تھا۔ **یہ فاصلے کی بات اس لئے ہے کہ اگر دونوں ایک ہوجاتے یا اس فاصلے کا بیان نہ ہوا ہوتا تو اسبات کا خدشہ تھا کہ لوگ اسی غلط فہمی کا شکار ہوگئے ہوتے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تعلق سے حضرت بی بی مریم کو اللہ کی قدرت کی وجہ سے پیدا ہونے پر ابن اللہ مان لیا۔ یہ فاصلے کی**

بات اس غلطی کو دہرائے نہ جانے کے لئے ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ: **میں نے اس نور اعظم کو دیکھا** اور اس نے میرے سامنے موتیوں اور یاقوت والا اپنا ریشمی حجاب لٹکا دیا پھر اللہ تعالیٰ نے جو وحی کرنا چاہی وہ وحی فرمایا۔ حضرت ابن عباسؓ سے نقل ہے کہ: حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی آنکھوں سے رب کو دیکھا رب کا دیدار کیا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ رَاٰی رَبَّهٗ بِعَيْنِه حضرت کعبؓ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے دیدار اور کلام کو حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مابین تقسیم فرما دیا ہے۔ پس حضورؐ نے دوبار اپنے رب کا دیدار کیا ہے اور حضرت موسیٰؑ کو دوبار ہمکلامی کا شرف حاصل ہوا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: تم تعجب کرتے ہو خلت حضرت ابراھیمؑ کو کلام حضرت موسیٰؑ اور رویت (دیدار) حضور نبی کریم ﷺ کے لئے ہے۔ اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: میں نے اپنے رب کو حسین و جمیل صورت میں دیکھا۔ حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ: کیا آپؐ نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو آپؐ نے فرمایا: نُوْرٌ اِنّٰی اَرَاهُ وہ نور ہے میں نے اُسے دیکھا۔ اب اس گفتگو کے بعد ہم سورہ نجم کی 28 ویں آیت کو دیکھتے ہیں ''وہ محض ظن کی پیروی کرتے ہیں (یعنی لوگوں کو اللہ کے رسول کی بات پر یقین نہیں ہے بلکہ ان کی غیر یقینی یا گمان بڑھا ہوا ہے) اور ظن حق اور یقین کے مقابلے کسی کام نہیں آسکتا۔

احادیث میں صحابہؓ کی روایتوں کو مانیں تو معراج ہجرت سے 16 ماہ پہلے ہوئی تھی جس کا بیان سورۃ النجم میں پہلے آیا جو کہ نزول وحی کی 23 ویں سورۃ ہے۔ یعنی 11 سال 4 مہینے میں صرف 23 سورہ ہی نازل ہوئے جبکہ باقی کی 63 سورۃ صرف 1 ایک سال 6 مہینے یعنی ڈیڑھ سال کے عرصہ میں نازل ہوئیں۔ اور پنج وقتہ نماز کا حکم معراج میں ہوا یعنی نبوت کے ساڑھے گیارھویں برس میں اس کے ڈیڑھ برس کے اندر حضور ﷺ کو تہجد کا حکم جو آپؐ پر فرض نماز تھی سورہ بنی اسرائیل میں آگیا جو کہ نزول قرآن کی 50 ویں سورۃ ہے۔ حضور ﷺ کو جیسے ہی نماز فرض کا حکم ہوا ویسے ہی تہجد کا ہو گیا یعنی بعثت نبوت کے بعد کی تمام نمازیں آپ ﷺ سے ادا کروائی گئیں وہ کیسے؟ 11.6+11.6=23 برس جو حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت کا عرصہ ہے۔ یعنی بحیثیت نبی آپ کی ایک نماز بھی ناغہ نہیں ہونے دی اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر تہجد فرض کر کے۔ مگر اللہ کے رسول محمد ﷺ کے صدقے میں اُمت کو بھی اس طرح نوازا کے لیلۃ القدر عطا کر کے اس ایک رات میں ایک ہزار مہینوں سے زیادہ کا ثواب دینے کا وعدہ کیا اس طرح اگر زندگی میں لیلۃ القدر کی ایک رات بھی مقبولہ عبادت ہو جائے تو اُس انسان کی سارے زندگی کی عبادت یا نماز ہو گئی۔ مہدی موعودؑ تابع رسول اللہ ﷺ نے اس رات کو دو رکعت فرض نماز پڑھائی۔ سنتوں کے علاوہ جو فرض نماز ہوتی ہے وہ حقیقتاً دو رکعت ہی ہوتی ہے کیونکہ فرض نماز کی پہلی دو رکعت میں ہی سورۃ فاتحہ کے ساتھ ضم سورہ ہوتی ہے بعد کی دو رکعت میں صرف سورہ فاتحہ اس طرح فرض نماز ہر حالت میں دو رکعت ہوئی جو کہ مہدی موعود نے پڑھائی ہے لیلۃ القدر میں اور پڑھنے کا حکم دیا۔ مسلمان پر نماز فرض سات سال کی عمر میں ہو جاتی ہے اور جو شخص ایمان لایا کفر یا شرک سے توبہ کرنے کے بعد اُس پر نماز اُسی دن سے فرض ہو گی باقی پچھلی زندگی کی اس کی نمازیں اللہ چاہے تو فرما دیگا۔

آدم علیہ السلام کے بعد حضور ﷺ سے پہلے تک کسی نبی و رسول نے خدا کو دیکھنے یا دیکھے جانے کی بات نہیں کہی' البتہ خواہش سب کی رہی ہے' حالانکہ ان کی اُمتوں نے تقاضہ کیا مگر انہیں یہ شرف نہیں دیا گیا۔ حضور ﷺ نے نہ صرف دیکھا بلکہ اُمت کو اس کے دیکھے جانے کے احوال و کیفیت بیان کی کہ وہ دو کمانوں کے درمیاں کے فاصلے پر تھا اور اس کی ٹھنڈک محسوس کی' یہ آپ کی معراج تھی۔ اور اُمت سے کہا کہ تمہاری معراج نماز ہے **الصلوٰۃ معراج المومنین** جب اُمت آئیں شائیں بائیں اور آنا کانی اور بحث میں اُلجھ گئی تو آپ کے تابع تام کے ذریعہ تعلیم اور تربیت کا انتظام کیا اور اسباب بتائے۔ معراج کی خصوصیت یہ ہے کہ اس دن یا اُس لمحہ تمام آسمانوں کی مخلوقات کے ذکر و اذکار عبادتیں موقوف کر دی گئیں کائنات کو آراستہ و پیراستہ کیا گیا کہ اللہ کے حبیب ﷺ کا استقبال کیا جائے۔ روایتوں میں ہے کہ معراج صبح صادق کو ہوئی دروازے کی **زنجیر مل رہی تھی** اتنے وقفہ میں آپ کا مکہ سے بیت المقدس وہاں سے آسمانوں اور سدرۃ المنتہیٰ کا سفر ہو گیا آن واحد میں' یعنی افضل الانبیاء سردار الانبیاء خاتم الانبیاء **حبیب خدا ﷺ کو ایک لمحہ یعنی آن واحد میں تمام صلاحیتیں عطا کر دی گئیں** اور اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں **''اللہ تعالیٰ مہدی کو ایک رات میں صلاحیت عطا کریگا''** متبوع ﷺ اور تابع مہدی علیہ

السلام میں مقام ومرتبہ کا اتنا امتیاز تو ہونا چاہے تھا۔حقیقت میں یہ فرق **و ما ارسلناک الا رحمة اللعالمین** اور **المھدی منی یقفو اثری ولا یخطی** کا ہے۔اس فرق کو اگر سمجھ لیا گیا تو **ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی** اور **خلق حق تعالی رامی بیند و نمی شناسد** لوگ خدائے تعالی کو دیکھتے ہیں اور نہیں پہچانتے ۔کی حقیقت کو سمجھنے میں آسانی ہوجائے گی۔

معراج اور دیدار کی حقیقت کو ایک دوسرے زاویہ سے دیکھتے ہیں تخلیق آدمؑ پر ملایکہ کو **آدم کو سجدہ** کرنے کا حکم ہوا اور زمین پر **آدمؑ کو کعبہ** کے سجدے کا حکم ہوا آدمؑ اللہ تعالی کے **پہلے خلیفۃ اللہ** اور مہدی موعود آخرالزماں **آخری خلیفۃ اللہ** ۔مہدی موعودؑ جب حج کو گئے تو بندگی میاں شاہ نظام سے پوچھا پہلے بھی حج پر آئے تھے اور اب بھی حج پر آئے ہو کیا دیکھتے ہو تو بندگی میاںؓ نے کہا کہ پہلے آیا تھا تو لوگ کعبہ کا طواف کر رہے تھے اب کے دیکھا کہ کعبہ میراں جی کا طواف کرتا ہے۔ان معاملات اور احوال کا غور سے مطالع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے حکم سے سجدہ ہی بنیادی مقصد ہے چاہے آدم کا ہو یا کعبہ کا یہاں آدمؑ اور کعبہ کی یا مہدی کی حقیقت نہیں ہے اللہ کے حکم کی ہے جو کہتا ہے **وھو معکم این ما کنتم** آسمانوں پر اللہ تعالی ہی تھا جس نے آدمؑ کے سجدے کا حکم دیا اور زمین پر اللہ تعالی ہی نے کعبہ کو سجدے کا حکم دے رہا ہے اور وہی اللہ تعالی ہے جو کعبہ کا طواف کرنے کے بجائے کعبہ کو طواف کراتا ہے ۔اور مہدی موعودؑ وہی ہیں جو تابع محمد رسول ﷺ ہیں جنہیں بصیرت پر دعوت دینے کے لیے مبعوث کیا جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ کو بصیرت کی دعوت دینے کا حکم دیا تھا''**کھدو اے محمد یہ میرا راستہ جس پر بلاتا ہوں بصیرت کی راہ پر اور وہ بھی بلاے ٔ گا جو میرا تابع ھے** ۔اور غور طلب امر یہ ہے کہ اللہ تعالی نے حضور ﷺ کو بصیرت کی دعوت دینے کا حکم دیا تو آپ ﷺ نے وہ تمام احوال اور معارف بتائے جو واقعہ معراج کے بیانوں میں بصیرت کی بنیاد ہیں **لیکن اس کی دعوت دی مہدی موعود تابع رسول خلیفۃ اللہ نے یعنی یہ دعوت رسول ﷺ کی دعوت ہے جو آپؐ کے تابع نے دی ہے اور یہ قرآن کا حکم ہے معنی اللہ کا حکم** ۔اور مہدی زمین پر اللہ کے **آخری خلیفہ ہیں** جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا اور آدم **پہلے اللہ کے خلیفہ تھے**۔ہم نے نہیں دیکھا فرشتوں کا آدم کو سجدہ کرنا ہم نے نہیں دیکھا اللہ کے رسول ﷺ کا عرش پر دیدار کرنا مگر اللہ کا فرمان ہے **یُؤْ مِنُوْنَ بِالْغَیْبِ** ایمان لاتے ہیں غیب پر۔جو متقی و پرہیزگار ہیں ویسا ہی ایمان ویقین رکھتے ہیں مہدی کی دعوت دیدار پر کیونکہ اللہ تعالی خود فرماتا ہے **و ھو معکم این ما کنتم** ہم کو یقین نہیں کہ اللہ کو دیکھا جاسکتا ہے یا نہیں مگر اللہ کے فرمان رسول ﷺ اور مہدی کی دعوت پر یقین ہے کہ یہ ممکن ہے۔یہ اللہ تعالی کی قدرت ہے کہ وہ کیسے اس چشم عبرت کو چشم بینا بناتا ہے **لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَھُوَ یُدْرِکُہُ وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ** نہیں پاسکتیں اُسے نگاہیں اور وہ نگاہوں کو پالیتا ہے اور وہ بڑا باریک بین اور خبردار ہے (سورہ انعام ۱۰۳)

دنیا میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء آئے حضرت عیسیؑ کی پیدائش غیر معمولی قدرت سے ہے اور انہیں ہی کیوں آسمانوں پر زندہ اُٹھالیا گیا جو قرب قیامت دوبارہ زمین پر اُتارے جائیں گے؟ یہ امر غور طلب ہے کہ حضرت عیسیؑ اور حضور نبی کریم ﷺ کے درمیان کوئی نبی رسول پیغمبر نہیں جسے عہد فترہ کہتے ہیں یعنی سلسلہ انبیا میں آپؑ نبیوں کی آخری کڑی ہیں ان کے بعد پیغمبر آخرالزماں حضور نبی کریم ﷺ ہیں آپؐ کے بعد مہدی موعود خلیفۃ الرحمٰن خاتم ولایت محمدیہؐ کے درمیان کوئی نبی رسول نہیں۔اور اب حضرت عیسی کی آمد محمدؐ کے اُمتی کی ہے اور تینوں اللہ کے خلیفہ کا تعلق اُمت محمدؐ کو ہلاکت سے بچانا ہے۔**کیف تھلک امتی انا فی اولھا و عیسی ابن مریم آخرھا والمھدی من اھل بیتی فی وسطھا**" اُمت'' کے بچانے کا یہ اہتمام کیوں؟ اولاد آدم کو بچانے کیوں نہیں؟ وہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالی کا عیاں ہونا ظاہر ہونا معرفت الٰہی ''دیدار'' کے ذریعہ ہے یہ بات خود اللہ تعالی کہہ رہا ہے **و ھو معکم این ما کنتم** (حدید) تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔جو دوسری قوموں اُمتوں کے لئے ظاہر نہیں ہوا وہ اُمت محمدؐ کے لئے غایب نہیں ہے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں یہ بات قرآن کے بالکل ابتداء میں کہدی گئی **یومنون بالغیب** ۔ایسی کوئی بات پہلے نزول کئے گئے صحیفوں میں نہیں کہی گئی۔پہلے محمد ﷺ کو عرش پر معراج میں نظر آیا پھر قرآن میں کہا کہ بصیرت (دیدار) پر بلاؤ اور وہ بھی بلائے گا جو آپ کا تابع ہے۔سورہ'' حدید ترتیب قرآن میں بالکل درمیان میں ہے 114 سورہ میں 57 واں سورۃ یعنی ''دیدار'' یا ''بصیرت'' قرآن کا مرکزی پیغام Basic and Fundamental

Message ہے یہی وجہ ہے اسے مرکزی مقام یعنی درمیان قرآن میں رکھا گیا ہے۔اس طرح اشرف الخلوقات انسان کی پیدائش کا مقصد پورا ہوتا ہے۔ شیطان کے بہکاوے پر مشرک کافر بت پرست ہونا انسانی فطرت ہے انسان کی پیدائش کا حقیقی مقصد ''سجدہ'' ہے جو **ذات واحد و لاشریک اللہ تعالی** کے حکم کے لئے ہے۔ جو کہتا ہے مجھے نگاہیں نہیں گھیر سکتیں' میں نگاہوں کو گھیر لیتا ہوں' یعنی انسان کی طاقت اور حیثیت نہیں کہ وہ اللہ کو دیکھے مگر اللہ تعالی چاہے تو دکھائی دیتا ہے انہیں جو ''غیب پر ایمان لاتے ہیں'' حدیث احسان میں ہے کہ تو اللہ تعالی کی عبادت اس طرح کر کہ گویا تو اُسے دیکھ رہا ہے یعنی **یدرکہ** ورنہ یہ یقین رکھ کہ اللہ تعالی تجھے دیکھ رہا ہے **لا تدرکہ البصار** کیوں کہ اللہ تعالی ہی باریک بین ہے **لطیف الخبیر** یہاں پر اللہ کا کلام اور حدیث رسول ﷺ ایک ہی نکتہ بیان کر رہی ہیں۔ اور دورِ نبوت کے بعد دورِ ولایت محمدیہ مقیدہ مخصوصہ میں مہدی موعود علیہ السلام نے فرمایا ''ہر شخص خدا کو دیکھتا ہے مگر پہچانتا نہیں''۔ اسی حقیقت کو سورہ نجم میں یوں فرمایا **ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ۔ فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ۔ فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰی** پھر وہ قریب ہوا اور قریب ہوا۔ یہاں تک کہ صرف دو کمانوں کے برابر بلکہ اس بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ سورہ نجم کی اس آیت میں اور سورہ انعام کی اس آیت میں فرق کیا ہے؟ **لا تدرکہ البصار وھو یدرکہ البصار** نگاہیں اُس کو نہیں پا سکتیں وہ نگاہوں کو پالیتا ہے۔ قریب سے قریب تر ہونا اور نگاہوں کو گھیر لینا کیا دونوں آیات میں کچھ فرق ہے!۔ یہی بات قرآن کے شروع میں بتائی گئی **یومنون بالغیب** جو ایمان لاتے ہیں غیب کی باتوں پر۔ کون؟ **ھدی اللمتقین** وہ تقوی و پرہیزگاری اختیار کرنے والے جو ہدایت پر ہوتے ہیں اُن کے لئے قریب بھی ہو جاتا ہے اور نگاہوں پر چھا جاتا ہے۔ ان احوال کو سمجھنے کے لئے ضخیم جلدوں والی کتابوں کا علم نہیں بلکہ اللہ تعالی کے نازل کردہ قرآن کی معرفت الٰہی کی ضرورت ہے یہی بات ہے مہدی موعودؑ نے پہلے ذکر کی تلقین کی بعد میں علم حاصل کرنے کو کہا ہے۔

اور جو دنیا میں اندھا وہ آخرت میں اندھا۔ مطلب یہ کہ حضور ﷺ کے مدنی زندگی کے بعد اسلام کے اس دور کا آغاز ہے **جس میں اللہ تعالی کو جاننے پہچاننے کی بات ہے**۔ مکی تعلیم میں وعدہ وعید تنبیہ غیض وغصب ہے تو مدنی دور تعلیم میں معرفت الٰہیہ کا بیان ہے۔ ہجرت سے پہلے مسلمان محبوس مجبور اور مظلوم تھے ہجرت کے بعد خود مختار آزاد اور وسیع النظر ہو گئے' یہی بات ان کے ظاہر و باطن کے اعمال کی عکاسی کرتی ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ کو ہجرت سے 16 مہینے پہلے معراج ہوئی تھی کہ جس دن آپؐ ام المومنین حضرت اُم ہانیؓ کے گھر پر تھے۔ یہ بات غور طلب ہے کہ مکہ مکرمہ میں نبوت کی ابتداء وحی الٰہی سے ہوئی تو حضور ﷺ پریشان و فکر مند اُم المومنین حضرت خدیجہؓ کے پاس آئے معاملہ سنایا تو حضرت خدیجہؓ نے آپ کی ہمت باندھی اور کہا آپؐ کو اللہ تعالی ضایع نہیں ہونے دیگا' اس کے بعد لگ بھگ ہجرت سے ڈیڑھ دو سال پہلے 65 سال کی عمر میں بی بی خدیجہؓ کا وصال ہو چکا تھا۔ ٹھیک ان دس سالوں میں مکی زندگی کے آخری ایام میں جو تبدیلیاں آئیں جو حالات ہوئے اس کے پیش نظر حضرت اُم ہانیؓ نے حضور ﷺ سے کہا کہ واقعہ معراج لوگوں سے اس وقت بیان نہ کریں وہ آپؐ کا یقین نہ کریں گے۔ مگر! اس وقت حضور ﷺ ایمان و استقامت کی علامت بن چکے تھے' آپؐ نے یہ واقعہ برسرعام اہل مکہ کو سنایا۔ یہاں دو باتیں معلوم ہو رہی ہیں' ایک یہ کہ مکی دور کے پیغام شریعت کی کیفیت کچھ اور ہے اور مدنی دور کا پیغام کچھ اور ہے۔ یہ بات مکی اور مدنی سورتوں کے بیان میں محسوس کی جا سکتی ہے۔ مکی سورتوں میں متشابہات اشارات تنبیہ غیض و غصب اور جلال کا ظہور ہے اور مدنی احکام و بیان نصیحت واقعات فرمودات بیان فیض و عرفان سے معمور ہیں۔ دوسری بات یہ کہ مکی زندگی میں حضور ﷺ پر آزمائش امتحان مشقت خوف بیم و رجاء کے علاوہ عطا درگزر نوازشات انعامات کی بخشش کو بیویوں کے ساتھ سب سے بڑی عطا یا انعام معراج مقدس ہے۔ مکہ میں حضور ﷺ کو اُمت کے لئے قربانی دیتے ہوئے دیکھا گیا تو انعام عطا ہوتے ہوئے بھی دیکھا' اسی کے ساتھ جیسے کہا کہ ہجرت کے سولہ مہینے پہلے معراج ہوئی کفار کے لئے یہ گنجایش باقی نہیں رکھی گئی کہ ہجرت کے بعد مدینہ میں آپؐ کفار کے جور و ستم سے محفوظ ہونے کے بعد اس حقیقت کو بتایا ہو۔ مطلب یہ کہ جو کچھ محیر العقل معاملات تھے ان کا بیان مکہ میں ہی ہو گیا' انہیں میں مقطعات بھی شامل ہیں۔ **وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ** (الاسراء ۶۰) رویا سے مراد آنکھ سے دیکھنا ہے' آپؐ نے اپنی آنکھ سے سب کچھ دیکھا۔ اور حدیث جبرائیل یا حدیث احسان جسے کہا گیا ہے اس کے بیان ہونے کے 81 دن بعد حضور نبی کریم ﷺ اس دنیا سے پردہ فرما

گۓ (یہ مدت مسند ابو حنیفہ میں ہے)۔حج فرض ہے صاحب نصاب پر،مگر کیا بات ہے کہ جن پر حج فرض نہیں ہے وہ بھی کسی طرح مکہ اور مدینہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا شوق لۓ اپنی ضروریات میں کفایت کرکے حج کر لیتے ہے؟ ایک شوق ہے کہ اللہ کا گھر دیکھیں' حالانکہ کتنے ہیں کہ اس گھر میں یا آس پاس انہیں اللہ دکھائی دیا ہے؟ ایک جذبہ ہے کہ اللہ نہ سہی اس کا گھر تو دیکھا۔بس یہی بات اللہ کے مقربوں کے لۓ ہے کہ اللہ کو دیکھنا فرض کرلیا' ایک تنکے جتنی بصیرت یا دیدار بھی ان کے لۓ دیدار ہی ہے۔

حدیث احسان میں جو پیغام دیا گیا ہے کہ: تو اللہ کی عبادت اس طرح کر کہ تو گویا اللہ تعالی کو دیکھ رہا ہے یا اتنا جان کہ اللہ تجھے دیکھ رہا ہے۔حدیث کے اس دوسرے حصے پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کا بندے کی طرف دیکھنا حقیقی ہے تمثیلی نہیں بالکل اسی طرح اللہ کو دیکھنا بھی حقیقی معنوں میں ہے تمثیلی نہیں۔جب اللہ ''کا'' دیکھنا حقیقی ہے تو اللہ ''کو'' دیکھنا بھی حقیقی قرار پاۓ گا' اس کی مثل معارف القرآن جلد ۵ صفحہ ۱۶۶ سورۃ الرعد کی پہلی آیت کی تشریح میں دیکھنے سے بات صاف ہو جاتی ہے۔''پہلی آیت میں قرآن کریم کے کلام الٰہی اور حق ہونے کا بیان ہے، کتاب سے مراد قرآن ہے اور وَالَّذِیْ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ سے بھی ہو سکتا ہے کہ قرآن ہی مراد ہو لیکن واؤ عطف بظاہر یہ چاہتا ہے کہ کتاب اور وَالَّذِیْ اُنْزِلَ اِلَیْکَ دو چیزیں الگ الگ ہوں' اس صورت میں کتاب سے مراد قرآن وَالَّذِیْ اُنْزِلَ اِلَیْکَ سے مراد 'وہ وحی' ہوگی جو علاوہ قرآن کے رسول کریم ﷺ پر آتی ہے' کیونکہ اس میں تو کوئی کلام نہیں ہو سکتا کہ رسول کریم ﷺ پر آنے والی وحی صرف قرآن پر منحصر نہیں' خود قرآن کریم میں ہے وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی یعنی رسول اللہ ﷺ جو کچھ کہتے ہیں وہ اپنی طرف سے نہیں کہتے' بلکہ ایک وحی ہوتی ہے جو اللہ تعالی کی طرف سے ان کو بھیجی جاتی ہے۔اس سے ثابت ہوا کہ رسول کریم ﷺ قرآن کے علاوہ دوسرے احکام دیتے ہیں وہ بھی منزل من اللہ ہی ہیں۔فرق صرف یہ ہے کہ قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے اور اس کی تلاوت نہیں ہوتی اور اس فرق کی وجہ قرآن کے معانی اور الفاظ دونوں اللہ جل شانہ کی طرف سے ہوتے ہیں اور یہ قرآن کے علاوہ حدیث میں احکام آپؐ دیتے ہیں ان کے معانی اگرچہ اللہ تعالی کی طرف سے ہی نازل ہوتے ہیں مگر الفاظ منزل من اللہ نہیں ہوتے اسی لۓ نماز میں ان کی تلاوت نہیں کی جاتی۔

آگے ایک آیت صاف بیان کے ساتھ ہے۔''اور وہی ہے جس نے پھیلا دیا زمین کو اور بنادے اُس میں پہاڑ اور دریا اور ہر قسم کے پھلوں سے دو جوڑے بنادۓ اور ڈھانپ دیتا ہے رات کو دن سے بے شک ان تمام چیزوں میں (اس کی قدرت) کی نشانیاں ہیں ''اس قوم کے لۓ جو غور وفکر کرتے ہیں' سوال یہ ہے کہ کیا مسلمان قوم نہیں؟ یہ کس قوم کی بات ہے؟ مطلب یہ ہوا کہ ایک قوم مخصوصہ اس کی حقیقت کو سمجھ پاۓ گی کہ اللہ کی نشانیوں میں ہی اللہ کے دیدار کا راز پوشیدہ ہے۔اسلام میں چند ایک بزرگوں نے دیدار کے حق ہونے کا اقرار کیا ہے' لیکن ایک ''پوری قوم'' یا ایک ''قوم کے تمام ماننے والوں کا'' عقیدہ کہ دیدار کے حق ہونے پر ہو وہ صرف حضرت میراں سید محمد مہدئ موعود علیہ السلام جیونپوری کی قوم کا ہی ہے۔اللہ کو سر کی دل کی آنکھوں سے دیکھنے کی طلب رکھنا قوم مہدویہ میں فرائض ولایت میں شامل ہے۔اس سے پہلے اس آیت میں ہے'' اللہ تعالی تدبیر فرماتا ہے ہر کام کی' کھول کر بیان کرتا ہے (اپنی) نشانیوں کو شاید تم اپنے رب سے ملاقات کا یقین کرلو'۔ہر مسلمان کو یقین ہے کہ وہ اللہ سے ملاقات کریگا ہی چاہے حشر میں ہو یا جنت میں' مگر! یہاں پر خصوصی طور پر نشانیوں کو کھول کر بیان کرنا اور تدبیر فرمانا بتاتا ہے کہ معاملہ آخرت کا تو ہے ہی مگر دنیا میں اس کی نشانیاں اُس کے حاضر و موجود ہونے اور یہاں اس سے ملاقات کرنے' 'احسان' کے اعمال کے ساتھ اس کی دعوت ہے۔اسی طرح مقطعہ آلـــرا اگر ''میں اللہ دیکھ رہا ہوں'' ہے تو پھر آلمّرا '' میں دکھائی بھی دیتا ہوں'' ہوا۔یہی بات سورہ یوسف کی 108 ویں آیت جو سورہ کے آخر میں ہے اس میں بتائی ہے کہ: ''کہدو (اے محمدؐ) کہ یہ میرا راستہ جس پر بلاتا ہوں بصیرت (بینائی' دیدار) کی طرف اور وہ بھی بلاۓ گا جو میرا تابع ہے''۔سورہ یوسف 12 ویں سورہ ہے اور سورہ الرعد اس کے بالکل بعد 13 ویں سورہ ہے۔اس کے شروع میں بتادیا گیا کہ میری نشانیوں کو پہچانوں میری طرف دیکھو' جس بصیرت کے راستے پر اللہ کے رسول ﷺ اور ان کے تابع بلا رہے ہیں (دیدار کی طرف)۔یا مجھے دیکھو۔سورہ حدید 57 ویں سورۃ میں کہا کہ'' وھو معکم واین ما کنتم تم جہاں کہیں ہو وہ (اللہ)

تمہارے ساتھ ہے۔سورۂ یوسف کی ۱۰۸ ویں آیت کا ذکر اس لئے ضروری ہے کہ اس میں الٓـرٰ آیا ہے روایتوں میں ہے کہ یہ" انا اللہ اریٰ" ہے مطلب" میں (اللہ) دیکھ رہا ہوں" ہے۔اگر ایسا ہے سورۃ الرعد میں الٓـمّـرٰ جو آیا ہے وہ مجھے دیکھو یا میں دکھائی دیتا ہوں میری بنائی کائنات کی قدرت میں ہے اسی بات کو سورۂ حشر کی ۲۲ تا ۲۴ آیات میں کہا گیا ہے۔اور اس بات کی وضاحت بڑے خوب طریقے سے اس کے بعد والی سورہ 14 یعنی سورۂ ابراہم میں کردی: الٓر : یہ کتاب جو ہم نے آپ پر نازل کی ہے وہ اس لئے کہ" آپ رہنمائی کریں انسانوں کی اندھیرے سے (بینائی'بصیرت دیدار) اجالے کی طرف"۔سوال اندھیرا کونسا' اُجالا کونسا ؟اس کا جواب سورہ یوسف یعنی اس سے پہلے کی سورہ نمبر 12 میں دے دیا گیا۔وہ راستہ جو اجالے یعنی نور کی طرف رہنمائی کرتا ہے"بصیرت" کی طرف بلانا" دیدار" کی دعوت پر نہ صرف آپ بلائیں گے بلکہ آپؐ کے تابعؑ کو بھی اس راہ کی رہنمائی کرنے کا ذمہ ہے۔ قرآن میں کئی جگہ انسانوں سے کہا گیا ہے کہ میری آیات میں غور کرو اور کائنات میں غور کرو۔زمین پر گھوم پھر کر دیکھو میری صناعی اور کبریائی کو۔یہی بات حدیث جبرئیل میں کہی گئی ہے۔تو اللہ کی اس طرح عبادت کر کہ گویا اسے دیکھ رہا ہے('الٓمّـرٰ') یا اتنا جان لے کہ وہ تجھے ہر لحہ دیکھ رہا ہے (الٓرٰ)۔معراج مقدس کی حقیقت یہی بیان کرتی ہے اللہ تعالی نے اپنے حبیبﷺ کو دیکھا" الٓر "اور حضور نبی کریمﷺ نے حق کو دیکھا"الٓمّرٰ " جب دیکھ لیا تو حکم دیا کہ" کہدو اے محمدؐ یہ میرا راستہ ہے جس پر بلاتا ہوں بصیرت کی بنیاد پر'اور وہ بھی بلائے گا میرا (کامل) اتباع کرنے والا ہے۔سورۂ بنی اسرائیل کا نزول 50 واں ہے جس میں واقعہ معراج کا تفصیلی ذکر ہے۔اس کے بعد سورۂ یوسف کا نزول 53 واں ہے جس میں دیدار اور بصیرت کی بات ہے اس کے بعد سورہ ابراھیم 72 اور الرعد کا نزول 96 سورہ کے طور پر ہوا ہے اس تسلسل میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے ترتیب سے بصیرت اور بصارت کو بیان کیا ہے بعد میں قرآن کے نزول اور جمع کرنے کی ترتیب کو بدل دیا گیا کہ دیکھیں حق کی تلاش میں بندہ کس حد تک کوشش کرتا ہے۔جب بندوں نے کوشش نہ کی تو خلیفۃ اللہ کے ذریعہ تعلیم کا بیان کیا ہے۔مہدئ موعود علیہ السلام نے فرمایا: قرآن عشق نامہ ہے"۔قرآن کریم کی ۴۲ ویں سورۃ الشوریٰ شروع ہوتی ہے" حـمٓ عسٓـق "سے یعنی قرآن اللہ سے محبت کرنا اس کی اطاعت کرنا سکھاتا ہے۔معشوق کے ہر حکم پر اطاعت کرنا عاشق کی صفت ہے۔اور عشق خدا میں پانے سے زیادہ کھونا پڑتا ہے'یہ بات انبیاء واولیاء کی زندگیوں میں دیکھنے کو ملتی ہے۔ سورۂ شوریٰ کی چار آیات سورہ یوسف کی ۱۰۸ ویں آیت کی طرف رہنمائی کررہی ہیں۔1) آیت نمبر 10 اور جس جس بات میں تم (اہل حق کے ساتھ) اختلاف کرتے ہو اس کا فیصلہ اللہ ہی کے سپرد ہے۔

معنوی اعتبار سے الٓمّرٰ کو یہاں سمجھنے کی کوشش کریں رَاٰیٌ ' رَاءَ ۃٌ ' رُءْ یَۃٌ ' رَایَۃٌ ' رِیئَا نٌ کا معنی دیکھنا ہے وہ آنکھ سے ہو یا دل سے یا گمان سے دیکھنا یا سمجھنا یا سمجھنے کی کوشش کرنا۔جیسے لَا تَرَائی ایک دوسرے کو نہ دیکھیں۔تَرَ ائِیُ کا لفظ رویت سے نکلا ہے' جیسے تَرَای ءلِیَ ا لشَّیُءُ وہ چیز مجھے دکھلائی دی۔تُذَکِّرُوْ ا بِالنَّا رِ وَالجَنَّۃِ کَا نَّا رَاْرَایٰ عَیْنٍ آپﷺ ہم کو دوزخ اور بہشت کا حال ایسا سناتے کو یا ہم دونوں آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔جَعَلْتُ الشَّیءَ رَا ئِی عَیْنَیْکَ میں نے اس چیز کو تیری آنکھوں کے سامنے کردیا۔فَلا نٌ بِمَرْاٰیٰ مِنْکَ فلاں شخص کو تو دیکھ سکتا ہے (یعنی تیری آنکھوں کے سامنے ہے)اب اصل حقیقت الٓمّرٰ پر غور کریں۔فَا ذَا رَجُلٌ کَرِیۃُ الْمَرْ اٰۃِ ناگاہ ایک بدصورت وضع شخص نظر آیا۔مَرْ ' اۃ کا معنی منظر' ظاہر اور لایق ہے'کسی شئے کا نظر آنا۔اور اس کے علاوہ اِنَّمَا کے معنی ہم نے۔ فَمَا اس کے بعد ہم نے۔اس تمام بحث سے معلوم ہوا کہ الٓمّرٰ میں جو میم ہے وہ اصل میں دیکھنے کے معنوں میں نہیں ہے بلکہ" دکھائی دینے" یا نظر آنے کے معنوں میں ہے۔کہ میں دکھائی دیتا ہوں انوار کائنات میں۔جیسے طٰہٰ طٰسٓمّ طٰسٓ میں ذی الطّول سے طوالت (کائنات کی لمبائی چوڑائی) دکھائی نہیں دیتی سمجھنے کی بات ہے۔جیسے الٓمّ الٓمّصٓ میں میں عالم کا رب ہوں میں افضل ہوں ہے۔ہم نے دیکھا نہیں مگر بخوبی معلوم ہے کہ وہی اللہ وہی رحمٰن ہے جو یہ کہہ رہا ہے وہ ہمارا خالق اور معبود ہے۔انسان بھیڑ بکری کی طرح نہیں ہے کہ گلہ میں اسے ہانک دیا جائے۔وہ اپنا راستہ خود تلاش کرتا ہے اپنی منزل پر خود پہنچنے کا ملکہ رکھتا ہے'یہی بات اسے فرشتوں اور جنوں پر شرف عطاء کرتی ہے۔اسے اگر قرآن کی حقیقت سمجھ میں آئی تو وہ کائنات کی بلندیوں میں اپنے خالق کو تلاش کرے گا اور اپنی حیثیت سے بھی آگاہ ہوگا۔اُسے کسی دوسرے انسان یا گروہ کے جم غفیر کی ضرورت بالکل نہیں۔کیونکہ"خدا کی پہچان انفرادی معاملہ ہے یہ اجتماعی نہیں ہے" دیکھا جاسکتا ہے دکھایا نہیں جاسکتا۔

ایسا نہیں کہ سارے انسان ایک حقیقت کو اسی طرح جانتے ہوں جس طرح دوسرے نے جانا' ہر فرد اپنی سعی اور ظرف سے خدا کو پہچانتا ہے۔ ساری دنیا کعبۃ اللہ کو ایک چہار دیواری کمرہ مانتی ہے جس کے اطراف مسلمان عبادت کرتے ہیں' مسلمان اسے اللہ کا گھر مانتے ہیں' کیا کسی مسلمان نے کبھی اس گھر کے اندر اللہ کو رہتے ہوئے دیکھا ہے؟ مسلمان اس لیے اسے اللہ کا گھر مانتے ہیں کیونکہ اللہ تعالی نے قرآن میں کہا اور اس کے رسول نے کہا ہے' اور ہر مسلمان کا یقین ہے کہ کعبہ اللہ کا گھر ہے۔ اللہ اس گھر کے باہر ہے یا اندر ہے یا آسمانوں میں ہے یا عرش پر ہے یہ ہر فرد واحد کے ایمان اور عقیدہ کا معاملہ ہے کہ وہ اللہ کو کہاں اور کیسے دیکھ رہا یا محسوس کر رہا ہے نبی کریم ﷺ نے دعوت حق پیش کی تو مکہ کی تمام آبادی میں کتنوں نے اللہ کو پہچانا؟ معدودے چند نفوس قدسیہ ہی تھے' البتہ بعد میں جنہوں نے اسلام قبول کیا انہوں نے اپنے ذاتی تجربات کی بنا پر نہیں بلکہ حق پرستوں کے سمجھانے پر سمجھ پائے' اس لے کہ بہت لوگوں میں سمجھنے کا مادہ نہیں ہوتا۔ اس لے اللہ تعالی نے فرمایا ایک قوم اس حقیقت کو سمجھ پائے گی۔ کسی قوم کا اس حقیقت کو سمجھنا یا اس قوم کے ہادی رہبر کا اس بات کو سمجھنا ایک ہی بات ہے حضور ﷺ کو معراج ہوئی آپؐ نے فرمایا الصلواۃ معراج المومنین تو کیا ہر مسلمان کے نماز پڑھ لینے سے معراج نصیب ہو جاتی ہے؟ بلکہ یہ اشارہ ہے کہ عبادت کا ایک خاص طریقہ اختیار کرنے سے اللہ کا دیدار ممکن ہے اور وہ طریقہ اللہ کے رسول ﷺ کے تابع مہدی موعود علیہ السلام نے فرایض ولایت کے ذریعہ سمجھایا تعلیم اور تربیت دی۔ مہدیؑ موعودؑ کو بتایا گیا کہ معاملہ کیا ہے انہوں نے اپنی قوم یا ماننے والوں کو بتایا کہ معاملہ یہ ہے ''میرا دنیا میں بھیجا جانا ہی دعوت دیدار کے لئے ہے'' اس لے تمام لوگوں کو کوئی بات سمجھ میں آجائے ضروری نہیں ہے۔ بہت لوگ اس بات سے واقف ہیں کہ چند برس پہلے مسلمانوں میں ایک بالکل نئے گروہ کا غلغلہ ہوا' بہت ساری جدتوں کے علاوہ ایک اس بات پر بڑا شور شرابہ برپا کیا کہ تصویر لینا حرام ہے۔ یہاں تک کہ پاسپورٹ کے لے تصویر لگانے پر بڑے فتوے نکالے گئے' مگر ان لوگوں کا آج معاملہ یہ ہے کہ دین شو کے نام پر تصویریں اور ویڈیو بنا کر سوشیل میڈیا پر اپ لوڈ کر کے فخر محسوس کر رہے ہیں۔ ایسے لوگ اپنی عقل اور خیال اور تصور کو ہی دین اور ایمان سمجھتے ہیں۔ ان کی حس تب تک نہیں جاگتی جب تک کہ کوئی چیز ان کے سامنے نہ ہو یا اسے کسی نے بتایا نہ ہو۔ ایسے لوگ ظاہر پرست ہیں ظاہر پرستی بت پرستی کی بنیادی وجہ ہے۔ جبکہ اسلام عالم الغیب کا مذہب ہے۔ ان کے لے اللہ تعالی فرماتا ہے: لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ (الاعراف ۷۔۱۷۹) اُن کے دل (تو) ہیں لیکن وہ سمجھتے نہیں ان سے' اور آنکھیں تو ہیں لیکن وہ دیکھتے نہیں ان سے' اور کان تو ہیں اور سنتے نہیں ان سے' وہ حیوانوں کی طرح ہیں' بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ یہی لوگ تو غافل و بے خبر ہیں۔ مطلب یہ کہ ان کے دل علم غیب کی حقیقت کو سمجھ نہیں پاتے' ان کی آنکھیں اللہ کے نور کا مکاشفہ و مشاہدہ کرنے کی کوشش نہیں کرتیں' ان کے کان صدائے حق سننے سے عاجز ہیں' ایسے لوگ جانوروں کی طرح غافل اور بے خبر ہیں اور یوں ہی جینا اور مرجانا چاہتے ہیں۔ انسان کو علم اسی لئے دیا گیا ہے کہ وہ حق کی شناخت کرے' لیکن کیا کیا جائے پڑھے لکھے ہونے کے باوجود انسان جہالت کے اندھیروں سے باہر آنا نہیں چاہتا۔ هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۲ ..... وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ ط وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۴ (حشر) ''وہی اول' وہی آخر' وہی ظاہر وہی باطن وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا....تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے جو کچھ تم کرتے ہو وہ دیکھ رہا ہے۔ اب اس سے زیادہ صاف پیغام کیا دیا جا سکتا ہے کہ خلقت کو پیدا کرنے سے پہلے جو تھا' وہی آج بھی ہے اور کل بھی وہی رہنے والا ہے' جو ظاہر ہے وہی باطن ہے جو باطن ہے وہی ظاہر ہے' جہاں کہیں رہو تمہارے ساتھ ہے۔ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ اُن کے دل (تو) ہیں لیکن وہ سمجھتے نہیں ان سے' اور آنکھیں تو ہیں لیکن وہ دیکھتے نہیں ان سے۔

دیدار کی حقیقت کو سمجھنے کے لے قرآن کے احکام اور پیغام کے ساتھ قرآن کے نزول کے سبب کا سمجھنا ضروری ہے اور اس کے بعد اللہ کے رسول محمد مصطفی ﷺ کی اللہ سے جو وابستگی اور قربت تھی انہیں سمجھنا ضروری ہے آپ ﷺ کی بعثت نبوت اور بعد نبوت کے ان دس 10 صدیوں کے حالات احادیث کے ظاہری اقوال و اعمال جو معرفت الہی سے مخصوص ہیں ان کی روشنی میں سیر ولایت کی حقیقت کی سمجھ کے ساتھ تعلیم فرایض ولایت کا ہونا اشد ضروری ہے۔ اگر یہ سمجھتے ہیں کہ انبیاء کے سلسلے اور آسمانی صحایف بطور خاص قرآن کا نزول صرف عبادات فرایض احکام شریعت اور حیات بعد

الموت کے احوال وطریقے بتانے کے لۓ ہوا ہے تو یہ ایک فاش غلطی ہے ایسے نظریات اہل ہنود میں سرگ ونرکھ کے بیان اور دیومالائی باتیں پائی جاتی ہیں۔اسلام ایک مذہب ہے اور ایمان اس کی اصل ہے یعنی جس خالق نے یہ کائینات تخلیق کی ہے اس کی پہچان کرنا اور اس کی ثناء کرنا۔ور احسان اسے اپنے قریب محسوس کرنا اور اسے پانے کی کوشش کرنا ہے۔دیدار پانے کی کوشش ایک ایسی حقیقت کو پالینا جس کے لۓ تخلیق نور محمد ﷺ سے قیامت اور بعد از حیات دنیا کو پانے کا مفہوم ہے اس میں پوشیدہ ہے۔

اب ہم دنیا کے ظاہری اسباب کی مثل میں دیدار یا بصیرت کی حقیقت کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔دنیا میں اس وقت جو سب سے بہترین کیمرہ ہے وہ 50mp میگا پکسل کا ہے اتنے سے پکسل میں وہ کیمرہ دنیا کے ایک وسیع خطہ کا احاطہ تو کر لیتا ہے مگر وہ ایک محدود رقبہ ہوتا ہے جس کی ایک یا کئی تصویری نکل آتی ہیں اور دور تک کے مناظر کو قید کر لیا جاتا ہے۔اب انسانی آنکھ جو اللہ تعالی نے بنائی ہے اُس کا میگا پکسل 576 mp ہے جس کا resolution اتنا ہے کہ انسان 8 ہزار تصویریں بیک وقت دیکھ سکتا ہے یعنی اس کی آنکھ آٹھ ہزار تصویریں ایک لمحہ میں اُتار لیتی ہے اور کیمرے کا حجم Size بڑا ہوتا ہے جبکہ آنکھ کا کل 21 سے 27 ملی میٹر ہی ہے جو تین میل یعنی چار آشاریہ سات کلومیٹر تک انسانی آنکھ میں دیکھنے کی قابلیت ہوتی ہے۔اسی میں دیدار یا بصیرت کا راز مضمر ہے یہ ضروری نہیں کہ دیدار لگاتار ہوتا رہے یعنی ویڈیو چلتی ہی رہے ہمیشہ جس طرح کیمرے سے لی ہوئی ایک تصویر منظر پیش کرنے کے لۓ کافی ہے جو دل کو لبھاتی ہے حقیقت دکھاتی ہے منظر پیش کرتی ہے اسی طرح ایک لمحہ کا دیدار بھی دیدار ہی ہے جو دل و دماغ میں سما جاۓ۔مہدی موعودؑ نے یہی نکتہ بیان کیا ہے کہ "ہر شخص خدا کو دیکھتا ہے مگر پہچانتا نہیں"۔اگر کسی نمائش میں ایک ہزار لوگ ایک تصویر کو دیکھ رہے ہیں تو نوسو نو افراد بس یوں ہی دیکھ رہے ہوتے ہیں ان پر اس تصویر کی خصوصیات کا اندازہ یا اثر نہیں ہوتا۔جبکہ اس نمائش میں دو یا ایک فرد ایسے ہوتے ہیں جو صاحب ادراک ہوتے ہیں یعنی ماہر جو اس تصویر کی فنی باریکیوں کو دیکھ پاتے ہیں کہ تصویر کس طرح لی گئی رنگوں کا امتزاج کیسا ہے منظر کتنا خوبصورت ہے تصویر کیا کہہ رہی ہے اس میں کیا پیغام دیا گیا ہے اس میں منظر کشی کی باریکیاں اور خوبصورتی کیا ہے اندھیرے اجالے کا امتزاج کیسا ہے اس تصویر کو لینے یا بنانے والا کون ہے اس کی قابلیت کیا ہے ایسی باریکیاں ایک مخصوص انسان ہی دیکھ سکتا ہے جو اس قابل خود کو بنا چکا ہوتا ہے۔اللہ تعالی نے جو کائنات تخلیق کی ہے جو رنگ و روغن اس میں استعمال کیا ہے جو خزانے اور راز اس میں پوشیدہ رکھے ہیں اس میں جو حقیقتیں پنہاں ہیں انہیں اللہ تعالی کے مخصوص بندے ہی دیکھ پاتے ہیں جنہیں دیدار یا بصیرت حاصل ہو چکی ہو۔کیا دنیا میں صرف عبادت کرنے اُٹھک بیٹھک کرنے کے لۓ بھیجا گیا ہے تھوڑی زکواۃ دے دی تھوڑا صدقہ دے دیا حج کر لیا بس اتنا ہی مصرف ہے انسان کا دنیا میں؟ اس کی عبادت تعریف تعمیل کے ساتھ اُس تخلیق کے شاہکار کی ثناء اور حمد نہیں ہونی چاہیے؟ اگر اس کے شاہکار کی تعریف کرنا ہے تو اُسی کی نگاہ سے اسے دیکھنا ہوگا ہماری اپنی نگاہ سے نہیں **لَا تُدۡرِكُهُ ٱلۡأَبۡصَٰرُ وَهُوَ يُدۡرِكُ ٱلۡأَبۡصَٰرَۖ وَهُوَ ٱللَّطِيفُ ٱلۡخَبِيرُ** (انعام) اس کو نگاہیں نہیں گھیر سکتیں وہ نگاہوں کو گھیر لیتا ہے وہ بڑا باریک بین اور باخبر ہے۔اور فرماتا ہے۔"اللہ نور ہے آسمانوں زمینوں کا' اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہو اس میں چراغ ہو فانوس کا اور وہ فانوس گویا ایک ستارہ ہے جو موتی کی طرح چمک رہا ہے جو روشن کیا گیا ہے برکت والے زیتون کے درخت سے جو نہ شرقی ہے نہ غربی......" یہ کس کو بتایا جا رہا ہے؟ کیوں بتایا جا رہا ہے؟ نور' آسمان' زمین' زیتون کا درخت' مشرق' مغرب وغیرہ یہ کس کو دعوت "دیدار" دی جا رہی ہے دنیا میں سواۓ انسان یا اولاد آدم کے کوئی مخلوق علم عقل اور شرف والی نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالی مومنوں کو **"دعوت دیدار"** دے رہا ہے۔اور اس دعوت کی تعلیم اللہ کے رسول ﷺ اور ان کے تابع مہدی موعودؑ کے ذمہ دی گئی ہے کہ وہ بحیثیت انسان اُمت کو بتائیں کہ معاملہ کیا ہے۔مسلمان بنے خود کو اللہ کے سپرد کیا' ایمان اختیار کیا یقین اور اطاعت خداوندی میں عبادتیں ریاضت کی اس کے بعد احسان پر عمل کرنا یعنی بندگی میں حد درجہ کمال حاصل کرنا جس طرح اللہ تعالی چاہتا ہے اس طرح کی عبادت کرنا زمین پر اچھائی اور بندگی کی مثال بننا کہ بندہ ایسا ہوتا ہے۔جب ان مقامات پر بندہ پہنچ جاۓ تو اس کے لۓ مناظر اور مصور دونوں نظر آتے ہیں۔

سب سے پہلے اس بات کو سمجھ لیں کہ مہدی موعود علیہ السلام نے دیدار کو ''فرض'' نہیں قرار دیا بلکہ ''طلب'' دیدار کو فرض قرار دیا ہے۔اگر دیدار کو فرض قرار دیا ہوتا تو ہر مومن مصدق کے لئے یہ ضروری ہوجاتا کہ دیدار حاصل کرے اس طرح تو کوئی بھی مصدق مومن نہیں کہلائے گا' آپ علیہ السلام نے اس کی ''طلب'' کو فرض قرار دیا ہے۔اور فرض اور طلب میں فرق ہے' فرض بغیر ادائگی کے نجات ناممکن ہوجاتی آپ نے اس فرق کو واضح کرنے کے لئے 'طلب' 'کو فرض قرار دیا ظاہر ہے جب کوئی چیز طلب کی جائے گی اس کا حصول دینے والے کی مرضی پر منحصر ہے ضروری نہیں کہ وہ عطا کی جائے یا دکھائی دینے والے کی مرضی پر ہے۔''میں دیکھوں گا۔یا مجھے دیکھنا ہی ہے' ایک ضد ہوگی'' جب کہ ''میں دیکھنا چاہتا ہوں' 'ایک خواہش ہے جو پوری ہو بھی سکتی ہے نہیں بھی۔یہی بات اللہ تعالیٰ قرآن میں بیان کررہا ہے۔ **لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ** (انعام)اس کو نگاہیں نہیں گھیر سکتیں وہ نگاہوں کو گھیر لیتا ہے وہ بڑا باریک بین اور باخبر ہے۔اور فرماتا ہے۔معنی انسان کوشش کرے تو نہیں دیکھ سکتا' ہاں! مگر اللہ چاہے تو دیکھ سکتا ہے' اس کو نگاہیں نہیں گھیر سکتیں وہ نگاہوں کو گھیر لیتا ہے وہ بڑا باریک بین اور باخبر ہے۔مہدی موعودؑ نے فرمایا کہ اگر کسی کے ناک میں نکیل ڈالکر ایک ہزار برس گھمایا اور اُسے ایک تنکہ برابر دیدار ہوگیا تو وہ کہے گا کہ مجھے ایک ہزار برس اور اسی طرح گھماؤ تنکہ میں اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرلوں۔مہدی موعود علیہ السلانے کہا کہ' تنکہ برابر'' کہا ہے یعنی تنکہ گھاس کی تیلی کو کہتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے نور کی ایک جھلک کا دکھائی دینا بھی'' دیدار'' ہے۔

کیا کوئی مخلوق اللہ تعالیٰ کو مکمل سراپا میں دیکھ سکتی ہے؟ بحیثیت مسلمان بھی اور مومن بھی یہ ممکن نہیں' قطعی نہیں۔تو پھر مہدی موعودؑ کا ''طلب دیدار'' کو فرض قرار دینا کیا معنی؟۔دیکھیں احادیث میں ہے کہ جنتی جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے' تو سوال پھر وہی ہوگا کہ کیا جنتی بھی مکمل اللہ تعالیٰ کا سراپا دیکھ سکیں گے؟ یہ کسی بھی مخلوق کے لئے ممکن نہیں چاہے جنتی ہی کیوں نہ ہوں۔کیونکہ کوئی بھی اللہ تعالیٰ کا احاطہ نہیں کرسکتا تو پھر احادیث کے بیان کی یہی حقیقت بیان ہوسکتی ہے جو مہدی موعود علیہ السلام نے بیان کی ہے کہ جنتی بھی اللہ کے نور کو دیکھیں گے' یعنی اللہ تعالیٰ کے نور کا مشاہدہ کرنا اللہ کو دیکھنا یا'' دیدار'' کے معنی میں ہوگا۔حدیث قدسی ہے کہ **قَلْبُ الْمُؤْمِنُ بَيْتُ الرَّبِّ** معنی مومن کا دل اللہ کا گھر ہے۔سوال ہوگا دل تو ایک گوشت کا لوتھڑا ہے وہ کیسے اللہ کا گھر ہوگا یا اتنے سے دل میں اللہ کیسے سمائے گا اس کے معنی یہ ہونگے کہ جس دل میں اللہ کا ذکر ہوتا رہے گا اللہ وہاں موجود ہوگا۔کعبۃ اللہ کو بیت اللہ یعنی اللہ کا گھر کہا جاتا ہے تو کیا اتنی سی چہار دیواری میں اللہ سما جائے گا بلکہ نہیں اللہ کے حکم سے جس کعبہ کی طرف رخ کرکے یا اللہ کا گھر سمجھ کے عبادت کی جائے گی وہی اللہ کا گھر کعبۃ اللہ ہے۔اس گھر میں اللہ کہاں ہوگا کیسے ہوگا کس طرف ہوگا یہ سب باتیں **عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَة** یعنی جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اُن کے لئے ہیں' جن کو ایمان نہیں یا اُس کا یقین نہیں وہ کیسے یقین کریں گے کے کعبہ اللہ کا گھر ہے اسی طرح مومن کا دل اللہ کا گھر ہے۔اور اسی طرح اللہ چاہے تو نظر آسکتا ہے ہمارے چاہنے سے کچھ نہیں مگر طلب کو فرض یعنی ضروری قرار دے لینا چاہئے تاکہ اللہ بھی ہماری چاہت کو چاہے اور طلب پوری کردے انشاءاللہ۔مگر شرط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی شئے پر محمول نہ کیا جائے ورنہ وہ شرک کہلائے گا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ** اُس کی مثل یا اُس جیسی کوئی شئے نہیں ہے وہ بے مثل ہے اور بے مثل ہونا بندوں کی دنیا میں صرف نور کی صفت ہے۔روشنی کو ہم دیکھ تو سکتے ہیں اُس کی مثل نہیں دے سکتے یا اُسے قابو میں نہیں کرسکتے جیسے ہوا کو محسوس تو کرسکتے ہیں دیکھ نہیں سکتے احساس کو محسوس کرسکتے ہیں قید نہیں کرسکتے۔جیسے ہمارا دل و دماغ ایک لمحہ میں ہمارے ساتھ ہوتے ہوئے ہمارے اطراف اکناف کا سارے شہر کا دنیا کا نظام شمسی کا آسمان کی بلندیوں کا سمندر کی گہرائیوں کا تصور کرلیتا ہے جب کہ ہم وہاں نہ گئے ہوتے ہیں نہ موجود مگر ہم ان چیزوں کو محسوس کرسکتے ہیں ایسے ہی کسی احساس کو بھی دیدار کہا جاسکتا ہے مگر ایک جھلک نور کی دیکھ لینا حقیقی دیدار ہے۔یہی بات حدیث میں ہے کہ **مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ** جس نے اپنے آپ کو پہچانا اُس نے رب کو پہچانا۔یعنی میں ایک حقیر انسان اور اللہ خالق کل کا بندہ ہوں مگر جو کچھ شرف مجھ عطا ہوا ہے وہ رب کے فضل سے ہے اُس میں طلب دیدار بھی ہے۔یہی حقیقت کو سمجھنے کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ **وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ** تم جہاں کہیں ہو وہ اللہ تمہارے ساتھ ہے یعنی تم بذات خود یا احساس کے ساتھ یا عالم غیب کے تصور میں جہاں جاؤ گے وہاں اللہ

موجود ہے اسے محسوس کرنا پہچاننا ہی ''طلب دیدار'' کی کوشش یا فرض ماننا ہے۔اللہ کے رسول ﷺ جب معراج میں سدرۃ المنتہیٰ سے آگے گئے تو آکر بتایا کہ ''وہ مجھ سے دو کمانوں کے فاصلے کے درمیان تھا اور میں نے اُس کی ٹھنڈک محسوس کی'' آپ نے یہ نہیں کہا کہ وہ ایسا ایسا ہے یا اس کی کوئی تمثیل بیان کی یا اُس کا سراپا بیان کیا۔یعنی بندوں کو احساس کے ذریعہ بتایا کہ وہ اللہ ایسا خالق ہے۔اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جیسا اللہ کے رسول ﷺ نے اُسے دیکھا ویسا ہر کوئی نہیں دیکھ سکتا یعنی یہ مقام مرتبہ ظرف اور رتبہ کی بات ہے یعنی جس کا جیسا مقام اور ایمان ہوگا اللہ تعالی اُسے ویسا نظر آئے گا۔

اللہ تعالی کو سراپا دیکھنا یا مکمل دیکھنا اللہ تعالی کی عظمت وقدرت کے خلاف بات ہے مہدی موعودؑ نے فرمایا ایک تنکہ یا سوئی کے ناکہ کے برابر دیکھنا بھی دیدار ہی ہے۔حضور نبی کریم حبیب خدا ﷺ نے کبھی نہیں کہا کہ میں نے اللہ کو سراپا دیکھا آپؐ نے فرمایا کہ یعنی اللہ کے نور کو دیکھنا بھی اللہ کو دیکھنا ہے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ دو کمانوں کے درمیان تھا میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے شانوں پر محسوس کی یعنی آپ ﷺ نے نور اعلی نور کا ایک حصہ دیکھا یا محسوس کیا بس دیدار کی حقیقت بیان کے لئے حضور سید الانام ﷺ کی یہ تشبیہ کافی ہے۔تخلیق آدمؑ پر جو مکالمہ فرشتوں اور ابلیس کا ہوا وہاں بھی اللہ کا دیکھا جانا بیان نہیں ہوا تو پھر کس طرح فرشتوں نے اللہ تعالی سے مباحثہ کیا یہ ایک ضروری سوال ہے اور ابلیس جب جانتا تھا کہ وہ آدمؑ کو اللہ کے حکم سے سجدہ نہ کر کے راندہ درگاہ الٰہی ہوا جا رہا ہے تو کوئی تو ذریعہ تھا جو اُسے احساس دلا رہا تھا کہ وہ اللہ کے سامنے اللہ تعالی حکم عدولی کر رہا ہے تو یہاں سورہ الحدید کی آیت رہنمائی کرتی ہے جو اللہ کا کلام ہے وَ هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔عرش پر فرش پر زمینوں میں آسمانوں میں کہکشانوں میں اس کا نور کائنات کے ذرہ ذرہ پر چھایا ہوا ہے بس اسی نور کے دریا میں غوطہ زن ہونا ایمان اور احسان کا معاملہ ہے وہ ہر چہار دو عالم میں احاطہ کئے ہوئے ہے اُس کی عرش وکرسی اب ضرورت ہے اس نور بے مثال کے انوار کو حاصل کرنے کی کوشش کی جائے یہی ''طلب دیدار'' کی تعلیم کا بیان ہے۔

مکاں میں تو لامکاں میں تو بحر و بیاں میں تو　　　میں فقط ایک ذرہ ہوں تیری وسعت لازوال میں

TALEEMAT E MAHDI AS KI BUNIYAD HAI

Talab e Deedar

By

Syed Yusuf.
BANGALORE

Islah Mahdavia

No 30/2 2nd Floor 1st main
Road SRK Garden Bengaluru
560041
syedyusufsam92@gmail.com